فکر و نظر---- اسلام آباد　　　جلد: ۴۰-۴۱　　　شمارہ: ۴، ۱

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اور ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ

محمد سجاد☆

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹ فروری ۱۹۰۸ء - ۱۷ دسمبر ۲۰۰۱ء) (۱۶ محرم ۱۳۲۶ھ - ۱۳ شوال ۱۴۲۳ھ) ان عظیم محققین اور عہد ساز افراد میں سے ہیں جن کی یاد مدتوں محو نہیں ہوتی۔ علوم اسلامیہ کے تقریباً ہر موضوع بشمول قرآن حکیم، حدیث نبویﷺ، فقہ و قانون، سیرت، تاریخ اور دعوت و ارشاد میں ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ دنیا کی کئی زبانوں میں ان کا تحریری سرمایہ، ملت اسلامیہ کی فکری آبیاری اور رہنمائی کے لیے ہمیشہ مددگار اور کارآمد ثابت ہوگا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد اُن کی فکر، تعلیمات اور تحریرات سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ ایک دینی و علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ جس نے برصغیر کی ملت اسلامیہ کے لیے بالخصوص اور امت مسلمہ کے لیے بالعموم علوم اسلامیہ کے مختلف علوم و فنون میں کثیر تحریری سرمایہ چھوڑا ہے(۱)۔ اسی روایت کے امین اور اس کو آگے بڑھاتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے دنیا کی معروف علمی زبانوں میں اسلام کی تعلیمات کو عام کیا اور اپنی سادہ زندگی، عجز و انکسار، تواضع واخلاص اور اللہ کے دین کے لیے ہمہ وقت سپردگی کو زندگی کا شعار بنایا اور وہ عظیم کارنامے انجام دیئے جو آج کے زمانے میں ایک فرد تو کہاں کئی ادارے بھی سرانجام نہیں دے سکتے۔

ڈاکٹر صاحب کی علمی و تصنیفی زندگی کا مطالعہ کرنے کے لیے راقم نے ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ کا انتخاب کیا، کیونکہ جامعہ عثمانیہ کے مجلّات مثلاً، مجلّہ عثمانیہ، مجلّہ تحقیقات علمیہ، مجلّہ طیلسانین، اور ''الکشافہ'' کے علاوہ ''معارف'' ہی کو وہ اپنی علمی و تحقیقی نگارشات سے مستفید فرماتے تھے۔ دارالمصنفین اور ''معارف'' کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق تھا۔ ''معارف'' میں ڈاکٹر صاحب کے مختلف موضوعات پر مقالات، مؤتمر مستشرقین عالم کی روائدادیں، اور مکتوبات شائع ہوئے اور ان کی تصانیف پر اہل علم و نظر کے تبصرے نظر سے گزرے، جس سے ڈاکٹر صاحب کی ذاتی زندگی، ان کی علمی و تحقیقی اٹھان اور ان کے نقطۂ نظر کے بارے میں قیمتی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ افکار و تمدن اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

معلومات دستیاب ہوئیں۔ زیر نظر مقالے میں ''ماہنامہ معارف'' اعظم گڑھ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے حوالے سے جو کچھ شائع ہوا اور جس تک میری رسائی ہوئی۔ اسے یکجا کیا گیا ہے۔

مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں دارالمصنفین اور مدیران ''معارف'' کے ساتھ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے باہمی روابط اور دبستانِ شبلی سے وابستگی کے چند گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں ماہنامہ ''معارف'' کی علوم اسلامیہ میں خدمات کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی آراء بیان کی گئی ہیں۔

تیسرے حصے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی ''معارف'' میں شائع شدہ تحریروں کی تفصیلات اور اشاریہ ترتیب دیا گیا ہے۔

① ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے دارالمصنفین اور مدیران ''معارف'' سے باہمی روابط

''دارالمصنفین'' مولانا شبلی نعمانیؒ (م ۱۹۱۴ء) کی تخلیق تھی۔ جس کا نقشہ مولانا ابو الکلام آزادؒ کے ہفتہ روزہ ''الہلال'' میں انہوں نے ۱۹۱۴ء میں شائع کروایا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اس ادارے کی باضابطہ تشکیل کرتے ۔ ان کا پیمانہ عمر لبریز ہوگیا اور اس کی تعمیر کی حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن اس ادارے کی تشکیل اور پرورش ان کے جانشین اور ممتاز شاگرد مولانا سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) کی زیر قیادت ندوی فاضلین کی ایک منتخب جماعت کے ہاتھوں ہوئی۔ ایک اطلاع کے مطابق علامہ مرحوم کی رحلت کے تین دن بعد ۲۱ نومبر ۱۹۱۴ء کو ان کا خواب دارالمصنفین کی صورت میں شرمندہ تعبیر ہوگیا، البتہ ادارہ کی رجسٹریشن ۴ جون ۱۹۱۵ء کو ہو سکی (۲) ''معارف'' کے اجراء کا خیال علامہ شبلی نعمانیؒ کے ذہن میں اسی وقت پیدا ہوا تھا جب وہ علی گڑھ میں تھے۔ عابد رضا بیدار لکھتے ہیں۔

> ''اس [دار المصنفین کے خاکہ] سے بہت پہلے میر ولایت حسین کی ڈائری میں ایک حوالہ ملتا ہے کہ کالج میگزین بند ہوا تو شبلی نے مجھ سے کہا کہ دونوں مل کر ''معارف'' کے نام سے رسالہ نکالیں گے،شبلی اس وقت تو نہیں نکال سکے وحید الدین سلیم اور

اسماعیل خان نے مل کر یہ نام اپنا لیا۔ جو تھوڑا عرصہ چل کر بند ہو گیا''(۳)

پھر جب علامہ شبلیؒ نے دارالمصنفین کا خاکہ تیار کیا تو اس میں ایک علمی رسالہ کا اجراء بھی شامل تھا۔ دارالمصنفین میں علامہ شبلیؒ کی ایک یاداشت محفوظ ہے جس میں اس مجوزہ علمی رسالہ کا نام ''معارف'' لکھا ہے اور اس کے اغراض و مقاصد کا ایک خاکہ مولانا شبلیؒ نے خود تیار کیا تھا اس قلمی یاداشت میں لکھا ہے''

۱۔ نام : معارف ہو گا۔

۲۔ چیف ایڈیٹر: مولانا شبلی۔

اسٹاف: مولوی سلیمان، مولوی عبدالماجد، مسٹر حفیظ، مولوی عبدالسلام۔

۳۔ تعداد صفحات: تقطیع و کاغذ ۲۰ x ۲۹، صفحات ۴۰، قیمت ہے [تین روپے]

تنوعات مضامین: فلسفہ، تاریخ قدیم و جدید، سائنس۔

ادبیات: شعر، اردو شاعری کی تاریخ اور اسالیب متنوعہ۔

اقتباسات: مجلات علمیہ، یورپ اور مصر و بیروت۔

فن تعلیم: کتب نادرہ کا ذکر اور ان کے اقتباسات یا ان پر اظہار رائے۔

تنقید: کتب یا علوم قدیمہ پر

مصر سے ''المقتطف''، الھلال، المنار اور بیروت سے المقتبس منگوائے جائیں بہ قیمت۔

المقتطف کو خط لکھنا کہ ص ـــــــ ' جو بھیجے گئے تھے اس حساب میں ''المقتطف'' جاری کر دیں۔ یورپ کے علمی پرچے منگوائے جائیں''۔(۴)

علامہ شبلیؒ کی ناگہانی وفات سے ان کی زندگی میں تو یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا مگر جب ان کے لائق و ہونہار شاگرد علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے استاد کی وصیت کے مطابق ان کے علمی خوابوں کی تکمیل کا بارگراں اٹھایا تو ''دارالمصنفین'' کے قیام کے ساتھ ہی اس علمی رسالے کے اجراء کی فکر بھی دامن گیر ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ پونے دو سال کے بعد جب دارالمصنفین نے جون ۱۹۱۶ء میں اپنا پریس قائم کر لیا تو شبلیؒ کا دیرینہ خواب سید صاحب کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا(۵)

''دارالمصنفین'' کا علمی ماہنامہ ''معارف'' جولائی ۱۹۱۶ء میں جاری ہوا، جو اب تک اپنی روایت کے مطابق شائع ہو رہا ہے۔ آغاز سے لے کر جنوری ۱۹۵۱ء تک مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ادارات کے فرائض

انجام دیئے۔ ان کے معاونین میں سید ریاست علی ندوی(م ۱۹۷۶ء) اور شاہ معین الدین احمد ندوی (م۱۹۷۴ء) سید نجیب اشرف ندوی، سید ابو ظفر ندوی (م ۱۹۵۸ء) ، عبد الباری ندوی، حاجی معین الدین ندوی (م۵ ربیع الثانی ۵۶۰ھ) ابو الجلال ندوی۔ ابو الحسنات ندوی (م۱۲ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ) کے نام نمایاں ہیں۔ یہ حضرات سید صاحب کی مدد کرتے ، اداراتی نوٹس (شذرات) لکھتے، اور ''معارف'' کے مستقل عنوانات ، اخبار علمیہ، باب التقریظ والانتقاد، مطبوعاتِ جدیدہ اور استفسار و جواب کے لیے لوازمہ مہیا کرتے تھے، علامہ سید سلیمان ندویؒ جولائی ۱۹۴۶ء کو ریاست بھوپال کے امور مذہبی کے افسرِ اعلیٰ ہو کر اُدھر چلے گئے، مگر رسالہ کی نگرانی جاری رہی، شاہ معین الدین احمد ندوی اور ایک سال (۱۹۴۷) کے لیے سید ریاست علی ندوی نے ان کا کام سنبھالے رکھا۔شذرات و تبصرے بھی لکھتے رہے ۱۹۴۹ء میں شاہ معین الدین احمد ندوی نے شریک مرتب کی ذمہ داری سنبھالی اور پھر جب سید صاحب پاکستان آگئے تو شاہ معین الدین صاحب ایڈیٹر ہو گئے۔ یہ ذمہ داری تادم آخر بہ طریق احسن انہوں نے انجام دی، ان کی رحلت پر مولانا سید صباح الدین عبدالرحمٰن (م۱۹۸۷ء) نے اپنے پیش رو کی روایت قائم رکھی اور آج کل مولانا ضیاء الدین اصلاحی اور اُن کے رفقاء اداراتی ذمہ داریاں ادا کررہے ہیں۔

ماہنامہ ''معارف'' کے اجراء کے وقت ڈاکٹر محمد حمید اللہ زندگی کے تشکیلی دور میں تھے، مدرسہ دارالعلوم میں زیرِ تعلیم تھے۔ جس کے پرنسپل مولانا حمید الدین فراہیؒ تھے، اور اس مدرسہ سے انہوں نے مولوی کامل کی سند حاصل کی۔ پھر جامعہ نظامیہ سے درسِ نظامی کی سند بھی لی۔ دارالعلوم ہی سے ۱۹۲۳ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، اور یہ عثمانیہ سے میٹرک کا پہلا امتحان دینے والے فرزندان جامعہ میں سے ہیں، جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات سے ایم۔اے اور شعبہ قانون سے ایل۔ایل۔ بی ۱۹۳۰ء میں مکمل کیا(۶) اس طالب علمی کے دور میں بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ برصغیر پاک و ہند کے مشہور علمی، ادبی و تحقیقی رسائل و جرائد سے نہ صرف متعارف تھے بلکہ ان علمی، ادبی اور تحقیقی رسائل میں ان کے مضامین شائع بھی ہوتے تھے (۷) حیدرآباد دکن کے رسائل ، رہبر، سیرت ، سیاست، رسالہ نظامیہ، اور جامعہ عثمانیہ کے معروف مجلّات مثلاً مجموعہ تحقیقات علمیہ ، مجلّہ طیلسانین، اور مجلّہ عثمانیہ شامل ہیں ان میں بھی ان کی تحریریں شائع ہو رہی تھیں، جبکہ وہ ابھی بی۔اے کے طالب علم تھے۔ مؤخر الذکر رسالہ میں ان کے مضامین ''اُردو کا رواج ٹیپو سلطان کی فوج میں'' ''آٹھویں صدی ہجری میں مصر و شام کی ڈاک کا انتظام'' ''نہر سویز کا پروجیکٹ حضرت عمرؓ کے زمانے میں'' وغیرہ کے عنوانات سے شائع ہوئے ۔ یہ عمدہ تحقیقی مضامین اُن کی طالب علمی کی یادگار ہیں(۸) جبکہ ''الکشافہ'' (۹) کے تو وہ خود مدیر تھے، جس کا ''معارف'' میں نئے رسائل کے تحت تعارف کروایا گیا،(۱۰) جبکہ وہ بہت پہلے سے ''معارف'' کے باقاعدہ قاری تھے، اور اس سے استفادہ کرتے تھے۔ (۱۱)

دوسری طرف برصغیر کی علمی ، ادبی، تحقیقی و ملی مجالس وتحریکات میں بھی ان کو دلچسپی تھی۔خصوصاً حیدرآباد دکن کی حد تک وہ ان میں شریک ہوتے تھے۔ حیدرآباد دکن کی ایک تحریک '' عالمگیر تحریک قرآنی'' کے ضمن میں خود فرماتے ہیں۔

'' حیدرآباد دکن میں مرحوم ابو محمد مصلح صاحب(۱۲) نے (جو غالبًا بہار کے باشندے تھے، اور ''بچوں کی تفسیر'' کے مؤلف ، لاہور وغیرہ میں عرصہ تک قرآن مجید کی خدمت میں سرگرم رہ چکے تھے) ''عالمگیر تحریک قرآنی'' کے نام کی ایک انجمن ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء میں قائم کی، اس کا مقصد دنیا کی ساری زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے شائع کرنا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے بھی اس سے واقفیت ہوئی اور مؤسس کا ہاتھ بٹانے کی تھوڑی بہت مجھے بھی سعادت حاصل ہوئی''(۱۳)۔

ماہنامہ ''معارف'' میں جب ڈاکٹر صاحب کی تحریریں اور مقالات شائع ہونا شروع ہوئے تو اس وقت تک ''معارف'' کی اشاعت کو پندرہ برس ہو چکے تھے اور اس کی ۲۶ جلدیں شائع ہو چکی تھیں۔ اور معارف نے اپنے عہد کے علمی و تصنیفی جمود کو توڑا تھا اور خالص علمی و تحقیقی موضوعات پر سنجیدہ تحریریں لکھنے والوں کی ایک پوری نسل تیار کردی تھی، جن میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی،عبدالباری ندوی، میر ولی الدین، ظفر حسین خان، مہدی افادی، سید نواب علی، قاضی احمد میاں اختر اور عبدالسلام خان رام پوری جبکہ خود مدیرِمعارف کے تربیت یافتہ افراد میں سید ریاست علی ندوی، سید نجیب اشرف ندوی، ابو الجلال ندوی، شاہ معین الدین احمد ندوی، ابوظفر ندوی، عبدالسلام ندوی، سید صباح الدین عبدالرحمٰن معروف تھے۔

جولائی ۱۹۳۱ء کے'' معارف'' میں مطبوعات جدیدہ کے تحت محمد حمید اللہؒ کی ایک مرتب کردہ کتاب ''رومی اور اسلامی ادارہ غلامی'' پر تعارف وتبصرہ شائع ہوا، یہ کتاب ''بزمِ قانون'' عثمانیہ کالج حیدرآباد دکن سے ہی شائع ہوئی(۱۴)معارف اگست ۱۹۳۱ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا پہلا مقالہ ''یورپی الفاظ و اعلام کا اُردو املاء'' کے عنوان سے شائع ہوا(۱۵) اور اس کے بعد، قرآن، حدیث، سیرت ، فقہ وقانون ، بین الممالک، تقویم، ہیت، مؤتمر مستشرقین عالم کی روئدادیں ، اور مکتوبات پارس (مکتوب حمید) کے عنوانات سے ان کی تحریریں مسلسل شائع ہوتی رہیں۔ آخری تحریر شاید وہ خط ہے جو مدیرِ معارف مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب کے نام ہے اور جو اکتوبر ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں شائع ہوا(۱۶)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا مولانا سید سلیمان ندویؒ کے ساتھ خصوصی تعلق

۱۹۳۰ء میں ایم۔اے ، ایل۔ ایل۔ بی کرنے کے بعد محمد حمید اللہ کو جامعہ عثمانیہ میں ایک نئے قائم کردہ

شعبہ تحقیق میں ملازمت مل گئی، اور آپ نے اس شعبہ میں ’’قانون بین الممالک‘‘ پر تحقیق کا آغاز کر دیا۔ اس زمانے میں تحقیقی کام کرنے والوں کو جامعہ وظائف بھی دیتی تھی۔ اس موضوع پر مواد جمع کرنے کے لیے آپ کو مشرق وسطی اور یورپ جانے کا موقع ملاجہاں ۱۹۳۲ء میں بون یونیورسٹی جرمنی اور ۱۹۳۵ء میں سوربون یونیورسٹی فرانس سے بالترتیب ڈی۔فل اور ڈی۔لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ صاحب واپس وطن تشریف لائے، اور جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات میں لیکچرر اور شعبہ قانون میں ریڈرز کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے، یورپ میں قیام کے دوران اور مشرق وسطی کے تعلیمی دورے سے ان کی معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ جدید کتب ورسائل سے متعارف ہوئے اور کئی زبانوں پر عبور حاصل ہوا اور ان میں لکھنے کی مہارت حاصل ہوئی۔ اسی زمانے میں حیدرآباد دکن کے رسالہ ’’اسلامک کلچر‘‘ میں ان کی تحقیقات منظر عام پر آنے لگیں۔

ادارہ معارف اسلامیہ لاہور(۱۷) کا دوسرا اجلاس ۱۰۔۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو لاہور میں منعقد ہوا ’’دارالمصنفین‘‘ سے سید ریاست علی ندوی شریک ہوئے جبکہ جامعہ عثمانیہ سے دیگر اساتذہ کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھی تشریف لائے۔ اسی اجلاس میں ان کی آپس میں ملاقات ہوئی ، مئی ۱۹۳۶ء کے ’’معارف‘‘ میں سید ریاست علی ندوی نے ’’ادارہ معارف اسلامیہ لاہور‘‘ کے دوسرے سالانہ اجلاس کی روئداد قلم بند کی تو اس میں لکھا۔

> ’’ اس اجلاس کو اس لحاظ سے کامیاب کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اسلامی مشرقی علوم وفنون کے ہندوستانی خدام کا ایک قابل قدر اجتماع ہوا، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی طرف سے ڈاکٹر مولانا محمد حمید اللہ ، استاذ فقہ(جن کا مقالہ اس پرچہ میں شریک اِشاعت ہے) ڈاکٹر نظام الدین، صدر شعبہ فارسی اور ڈاکٹر[افضل العلماء]عبدالحق صدر شعبہ عربی نے اپنے مقالات ’’ایران سے مسلمانوں کے قدیم تعلقات‘‘ ’’جدید ایران کے علمی رجحانات‘‘ اور’’ جدید مصر کے دو شاعر حافظ وشوقی پر‘‘سنائے(۱۸)۔

’’معارف‘‘ کے اسی شمارہ (مئی ۱۹۳۶ء) میں ’’عربوں کی جہاز رانی پر استدراک‘‘ کے عنوان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے سید سلیمان ندویؒ کی کتاب ’’ عربوں کی جہاز رانی‘‘ پر نقد کیا اور سید صاحب نے اس کو من وعن شائع کر دیا تھا۔ اور اس کا عنوان’’ عربوں کی جہاز رانی پر استدراک‘‘ بھی خود سید صاحب کا تجویز کیا ہوا تھا۔ دوقسطوں میں یہ استدراک شائع ہوا۔ اور اس کے بعد بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس موضوع پر اپنی معلومات سید صاحب تک پہنچاتے رہے، سید صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

> ’’جناب کی قیمتی تالیف ’’عربوں کی جہاز رانی‘‘ پر عرصہ ہوا میں نے کچھ ٹوٹے پھوٹے

خیالات لکھ کر بھیجے تھے جناب نے ازراہِ عزت افزائی (اپنی طرف سے استدراک کے مبالغہ آمیز ذرہ نوازانہ عنوان سے) معارف ۱۹۳۶ء جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۵۔۶ میں ان کو شائع فرمایا(۱۹)

''عربوں کی جہاز رانی'' (۲۰) پر جب پہلی بار نقد شائع ہوا تو تمہید میں ڈاکٹر صاحب نے سید صاحب کی اس اچھوتے موضوع پر تحریر اور اس قدر مواد کو قابل تحسین قرار دیا۔ لکھتے ہیں:

''کم کتابیں ہوتی ہیں جو متخصصین (ماہرینِ فن) اور عوام دونوں کو یکساں پسند آئیں ان خوش نصیب کتابوں میں سے ایک مولانا سید سلیمان ندوی کی تازہ تالیف ''عربوں کی جہاز رانی'' ہے۔ مضمون اتنا اچھوتا ، پھر بھی مواد اتنا زیادہ اس کی کم توقع تھی، خاص کر طبع اوّل کے وقت، اس کی عام پسندی کا شاید اس سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ بعض روزناموں نے یہ اقساط پوری کتاب اپنے صفحوں میں نقل کر دی۔ میں بھی ان ''شائقین'' میں سے ہونے کی عزت رکھتا ہوں، جو اس کتاب سے واقف تھے۔ اور ان کا تقاضا تھا کہ یہ جلد چھپ کر منظر عام پر آ جائے، کئی سال کے انتظار کے بعد جب اس کا اشتہار نظر سے گزرا، تو میں نے فوراً کتاب منگائی، اور باوجود سخت اور ضروری مصروفیتوں اور فرائض منصبی کے اسے ختم کر کے ہی چھوڑی، پڑھتے وقت حاشیوں پر جا بجا اپنی یاداشت کے لیے کچھ معلومات لکھے۔ اب اپنی باتوں کو یہاں کسی قدر پھیلا کر بیان کروں گا۔ یہ کوئی تنقید نہیں ہے، تنقید اسی وقت ہوتی ہے، جب دلچسپ اور کارآمد ہو، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے ، جب ناقد بھی اس کتاب کے موضوع کا ماہر ہو، اور قریب قریب تالیف کے برابر ہی تنقید پر محنت صرف کرے، یہ تو چند بے ربط معلومات ہیں، جو مہینے بھر سے بستر پر پڑے ہوئے ایک بیمار کے کمزور دماغ اور کمزور تر حافظے نے اپنے حالیہ سفر تعلیمی کی بیاض کی مدد سے اکٹھا کیے ہیں''۔ (۲۱)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو ''دارالمصنفین ''اس کے رفقاء اور خصوصاً سید سلیمان ندویؒ سے بڑی گہری عقیدت ومحبت تھی، وہ سید صاحب کی علمی و دینی خدمات کے بڑے قدر دان تھے،''دارالمصنفین'' میں جب ''جشن سلیمانی'' کا پروگرام بنایا گیا، تو مدیر معارف سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا کہ کچھ عنایت فرمائیں، جس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے سید صاحب کے حوالے سے اُن کی خدمات، ان کے بارے میں فرانس میں جو تقریبات ہوئیں، اور جن میں انہوں نے خود بھی کئی کئی گھنٹے سید صاحب کے اوصاف اور ان کی دینی خدمات سے لوگوں کو متعارف کرایا، اس کی مفصل روئداد لکھ کر بھیجی۔ (۲۲)

''مولانا سید سلیمان ندویؒ کی صد سالہ یادگار ولادت'' کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب نے ایک اور مضمون مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی کے رسالہ ''البیان'' پشاور میں شائع کروایا، جسے ''معارف'' نے دوبارہ شائع کیا، اس میں مزید معلومات ملتی ہیں، ڈاکٹر صاحب نے سید صاحب کی ،ہفتہ روزہ الہلال ، الندوہ، اور ماہنامہ معارف میں معروف اور اچھوتے عنوانات پر شائع شدہ مقالات کی فہرست بھی دی ہے، اور سید صاحب سے اپنے ذاتی تعلق اور عقیدت کے گوشے بھی وا کیے ہیں، لکھتے ہیں:

> ''غلطی ہر کسی سے ہوسکتی ہے۔لیکن اس کا برملا اعتراف کرنے کے لیے بڑی اخلاقی بہادری کی ضرورت ہوتی ہے اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی پیش آیا، انہوں نے [سید صاحب] جب اپنی شہرہ آفاق کتاب ''عربوں کی جہاز رانی'' شائع کی تو میں نے فوراً خرید کر پڑھی اور اپنے ذاتی معلومات جو اس میں اضافہ طلب معلوم ہوئے۔ مرتب کر کے محترم سید ساحب کو بھیجے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ انہوں نے ان کو بلا ترمیم فوراً رسالہ ''معارف'' میں چھاپ دیا اور مجھے بہت محبت سے ایک خط لکھا کہ ''تم نے ہماری[ہمیں] داد نہ دی کہ بحرِ عرب میں ہم نے کاغذی کشتی چلا دی'' میں بہت شرمندہ ہوااور مزید لکھا کہ وہ مضمون اعتراض کے لیے نہ تھا بلکہ طالب علمانہ سوال کی حیثیت رکھتا تھا''(۲۳)

الغرض ''عربوں کی جہاز رانی'' کا جب دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو سید صاحب نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا ''استدراک''،ضمیمہ کی صورت میں انہی کے نام کے ساتھ کتاب میں شامل کر دیا(۲۴)

''معارف'' نومبر ۱۹۴۱ء کے شمارہ میں ''عہد نبوی کا نظام تعلیم'' کے عنوان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا ایک مقالہ شائع ہوا، جس میں عربوں کے ہاں زمانہ جاہلیت میں تعلیم اور پھر عہد نبوی ﷺ مکی، مدنی میں تعلیم پر تفصیلات بیان ہوئیں، اس مقالہ میں بعض مقامات پر جہاں ڈاکٹر صاحب نے کسی تاریخ کی کتاب کا حوالہ دیا ہے تو مدیر معارف نے حدیث کی کتاب سے اس کی مکمل تخریج کر دی ہے، مقالہ کے آخر میں سید صاحب نے ایک نوٹ لکھا جس میں لکھتے ہیں:

> ''جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جو عالم بھی ہیں اور یورپ کی متعدد زبانوں سے واقف بھی ہیں اور خاص طور پر عہد نبوی ﷺ کے مختلف نظامات کے معلومات جن کا خاص فن ہے، وہ انگریزی میں مسلسل ان عنوانات پر ''اسلامک کلچر'' میں مضامین لکھ رہے ہیں، اب انہوں نے اپنے اس سلسلہ کے چند مضامین کو حذف و اضافہ کے ساتھ دوبارہ اُردو میں مرتب کر کے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ ان مضامین میں یہ بات خاص لحاظ کے قابل

ہے کہ یہ یورپی طرزِ خیال و ذہنیت کو سامنے رکھ کر لکھے گئے ہیں جو اردو کے قالب میں آنے کے بعد بھی اپنی فرنگی طرز تخیل کی غمازی کر رہے ہیں''(۲۵)۔

معارف دسمبر ۱۹۴۱ء میں ''قرآنی تصور مملکت'' کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کا مضمون شائع ہوا، موضوع بہت عمدہ تھا، اور پھر سید صاحب کے ذوق کے مطابق تھا، چنانچہ مقالہ کے آغاز میں ایک تعارفی نوٹ میں اس کی تعریف کی ہے، لکھتے ہیں:

''لائق مضمون نگار جامعہ عثمانیہ میں قانون بین الممالک کے استاذ ہیں اور دُنیا کی مختلف قوموں کے تصور مملکت اور دستورِ حکومت پر ان کی نگاہ ہے، اس مضمون میں اسی نقطۂ نظر سے اسلامی تصور مملکت کو انہوں نے پیش کیا ہے، موجودہ زمانہ میں اسلامی تعلیمات اور اس کے نظام کو جدید طرز میں اس طرح پیش کرنا جو دوسری قوموں اور جدید طبقہ کے لیے قابلِ توجہ ہو، ایک مفید خدمت ہے۔ یہ مضمون چونکہ اس نقطۂ نظر سے اور ایک خاص طبقہ کو پیشِ نظر رکھ کر انگریزی میں لکھا گیا تھا، اس لیے زبان اور طریقہ تعبیر میں اس کے ذوق کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ جس کی کچھ جھلک اس اردو مضمون میں بھی موجود ہے۔(۲۶)

مولانا سید سلیمان ندویؒ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیقات، ان کی محنت ولگن کے بڑے معترف تھے، چنانچہ ''دارالمصنفین'' کے ایک کارکن، رفیق اور ''معارف'' کے پروف ریڈر ابو علی عبدالباری لکھتے ہیں۔

''سید سلیمان ندویؒ کا ان [ڈاکٹر محمد حمید اللہ] کو پورا اعتماد حاصل تھا۔ سید صاحب ان کے فضل و کمال کے بڑے قائل تھے، اور ان کے مضامین بغیر کسی ترمیم و اصلاح و نظر ثانی کے بڑے فخر و انبساط کے ساتھ معارف میں شائع کرتے تھے۔ یہ خصوصیت مسعود عالم ندوی کے بعد (جنہوں نے سید صاحب کی فرمائش پر ان کی ''لغات جدیدہ'' کے دوسرے ایڈیشن پر جو انہی کے اہتمام میں معارف پریس میں چھپا تھا۔ بڑا عالمانہ، فاضلانہ و محققانہ مقدمہ لکھا تھا) انہی کو حاصل تھی، ان کا جب کوئی مضمون معارف میں چھپنے کے لیے آتا تھا، باغ باغ ہو جاتے تھے، اور فوراً کتابت کے لیے کاتب کے حوالے کر دیتے تھے، ذرا بھی تاخیر کو راہ نہ دیتے تھے۔(۲۷)

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنے سلسلہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جلد یورپین مصنفین اور مستشرقین کی سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کے جوابات اور ان کی غلط بیانیوں کی اصلاح کے لیے مخصوص

کی تھی۔ اور دفتر سیرت میں اس کے لیے ایک خاص شعبہ بھی قائم کیا، جس کا کام انہی مستشرقین کی کتابوں سے وہ تمام مواد اکھٹا کرنا تھا، جن میں انہوں نے غلط بیانیوں سے کام لیا تھا، مولانا شبلیؒ کے زمانے تک اس شعبہ میں جتنا کام ہوا تھا وہ مبیضہ کی شکل میں بہت دنوں تک موجود تھا، چونکہ ترتیب کے لحاظ سے اس کی اشاعت سب سے آخر میں رکھی گئی تھی، اس لیے طبع و اشاعت کی نوبت نہ آئی، اور سید صاحب نے بھی چار جلدیں لکھیں، معاملات سے متعلق ساتویں جلد زیرِ تالیف تھی کہ ان کا وقتِ موعود بھی آ پہنچا، ساتویں جلد کے سلسلہ میں انہوں نے جو چند متفرق مباحث و مضامین لکھے تھے بطور تبرک اور ان کی ایک علمی یادگار کے، ان کا مجموعہ سیرت جلد ہفتم کے نام سے شائع کر دیا گیا، تاہم سیرت کی آخری جلد جو مستشرقین کے اعتراضات کے جواب میں لکھنے کا پروگرام تھا۔ اس کے بارے میں سید صاحب اور دارالمصنفین کے رفقاء کی نظریں جس شخصیت پر مرکوز تھیں وہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہی تھے، چنانچہ دارالمصنفین کے ایک دیرینہ رفیق جناب ابوعلی عبد الباری رقم طراز ہیں۔

> ''سیرت'' کی آخری جلد جو یورپ کے مستشرقین کی غلط بیانیوں کی اصلاح کے لیے مخصوص تھی، اس کے لیے ہماری [دارالمصنفین] نظر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب پیرس پر پڑتی تھی، وہ یورپ کی قریب قریب تمام زبانوں سے واقف ہیں۔ اور ان زبانوں میں وہ برابر لکھتے رہتے ہیں۔ وہ ہندوستان کی بھی اکثر زبانوں سے واقف ہیں اور ان زبانوں کو بھی اپنے اظہارِ خیال کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے سیرت، حدیث اور قبل از اسلام کی تاریخ ان کا خاص موضوع ہے''۔(۲۸)

بعد کے ایک دو اور واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب نے سیرت النبی ﷺ کی آخری جلد کے لیے ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے فرمائش کی تھی، ان دونوں واقعات کے راوی خود ڈاکٹر صاحب ہی ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔

> ''ایک بار وہ (سید صاحب) حیدرآباد دکن آئے اور جامعہ عثمانیہ میں ایک لکچر دیا۔ انہیں علم اشتقاق سے بڑی دلچسپی تھی، لیکچر میں ضمناً ایک جگہ فرمایا کہ انگریزی لفظ ''جار'' اصل مین عربی لفظ'' جرۃ'' سے ماخوذ ہے۔ میں سامعین میں قریب ہی بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کر کہا! مولانا! میری دانست میں تو وہ اُردو لفظ ''گھڑا'' سے لیا گیا ہو گا فوراً فرمایا ممکن ہے اسی سے گڑھا ہو، ان ہی دنوں میں ایک اور ملاقات کا موقع ملا، اور میں نے کچھ علمی سوال کیے جواب کے بعد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب لکھو، اور ہم بتائیں گے کہ کس نہج پر؟ میں نے کہا! کیا آپ کی سیرت النبی ﷺ کے بعد اس

کے لیے کوئی جگہ باقی ہے ؟ فرمایا وہ بہت بڑی ہے۔ میں نے کہا آپ نے ''رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم'' بھی لکھی ہے ۔ فرمایا وہ بہت چھوٹی ہے میں نے عرض کیا اور سیرت پاک ایک ایسا موضوع ہے جو کسی ایک آدمی کے بس کی چیز نہیں ، اس پر وہ چپ ہو گئے، اور دوسرے لوگوں سے گفتگو شروع کر دی۔ مجھے بعد میں بہت افسوس ہوا کہ ان کے تصور کی کتاب سیرت نبی ﷺ کا خاکہ کیوں نہ معلوم کیا؟ لیکن یہ اب بعداز وقت ہے، اللہ کی مرضی''۔(۲۹)

تا ہم بعد میں سید صاحب نے کسی خط میں یا ملاقات میں ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' سے متعلق ایک خاکہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو بھیجا تھا یا بتایا تھا۔ اور اس پر لکھنے کی فرمائش بھی کی تھی۔ حال ہی میں جناب پروفیسر ظفر علی قریشی مرحوم کے نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے خط کی اشاعت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے، کہ یہ خاکہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مستشرقین کے اعتراضات کی تردید اور اُن کی غلط بیانیوں کی اصلاح سے متعلق تھا، چنانچہ جب پروفیسر ظفر علی قریشی صاحب نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مستشرقین کے اعتراضات اور اُن کی تردید پر کتاب لکھنے کا پروگرام بنایا اور اس کا خاکہ وعنوانات تجویز کیے تو مشورے کے لیے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو اس کی نقل ارسال کی۔ ڈاکٹر صاحب نے حسب روایت فوراً جواب عنایت فرمایا۔ اور ایک مفصل خط (مورخہ ۶ جون ۱۹۶۳ء) قریشی صاحب کو لکھا۔ جہاں یہ خط سید صاحب کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ خاکہ کی نشاندہی کرتا ہے، وہیں اس موضوع پر آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ایک صحیح سمت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ بلاشبہ اس طرز کے علمی کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک چشم کشا قرطاس ہدایت ہے،، چنانچہ لکھتے ہیں۔

'' السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا اور اچھے وقت پر ملا، کیونکہ تین ماہ کے سفر کے بعد ابھی ابھی واپس آیا ہوں، یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ نے عربی کا ام۔اے کر لیا اور کچھ فرانسیسی، جرمن بھی سیکھ لی ہے۔ ان شاء اللہ یہ آموزش آپ کو ہمیشہ مفید ہو گی، میں نے آپ کے خاکے پر نظر ڈالی اور سوائے ایک اصولی مسئلے کے کوئی خاص چیز قابل اصلاح نظر نہ آئی، سوال یہی ہے کہ آیا اس موضوع پر کچھ لکھا جائے؟ پچیس ایک سال کا عرصہ ہوا ایک مرتبہ خیال پڑتا ہے کہ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے حیدرآباد میں مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں خود اس موضوع پر کچھ لکھوں۔ میں نے عرض کیا کہ بعض اوقات اعتراض آسان ہوتا ہے اور جواب تشفی بخش نہیں دیا جا سکتا۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ کسی سوال یا اعتراض کا کوئی شخص جواب دیتا

ہے تو اس جواب سے ایک شخص کو تو اطمینان ہو جاتا ہے لیکن اسی جواب سے ایک دوسرے شخص کو اطمینا ن نہیں ہوتا۔ یہود و نصاری کے غرض مندانہ اعتراضات سیرت پاک علیہ پر بہت ہیں اور قسم قسم کے ، اور ابھی ان کا سلسلہ ختم بھی نہیں ہوا ہے ۔ اگر یہ اعتراضات ہماری پبلک کے علم میں لائے جائیں تو تشویش خاطر ناگزیر ہے، کیونکہ سارے جوابات یکساں تشفی بخش اور مسکت نہیں ہوں گے۔ اس عریضہ پر [سید صاحب] مرحوم نہ صرف خاموش ہوگئے ، بلکہ آپ کو معلوم ہو گا کہ سیرت النبی علیہ کی ایک جلد جو خاص اس موضوع پر (ابتدائی خاکہ کے مطابق) لکھی جانے والی تھی، اسے مولانا [نے] حذف فرما دیا"۔(۳۰)

دارالمصنفین اور اس کے رفقاء سے ڈاکٹر صاحب کا بہت گہرا تعلق تھا، شروع ہی سے وہ اس کے قدرداں تھے اور بڑے کرم فرما۔ علامہ شبلی نعمانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ جب ڈاکٹر صاحب پہلی بار دارالمصنفین تشریف لائے تو اس کی تفصیلات مولانا ابوعلی عبدالباری نے قلم بند کیں، جوبڑی دلچسپ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے علم وعمل اور اُن کی حُسن سیرت وصورت کا گویا مجسم خاکہ ہے، وہ کہتے ہیں:

"وہ حیدرآباد دکن سے پٹنہ وہاں کے کسی رئیس کا کتب خانہ جو پچاس برس کے بعد خاص ان کے لیے کھولا گیا تھا، دیکھنے کے لیے آئے تھے، وہاں سے واپسی پرشاہ گنج سے گزر رہے تھے کہ یکا یک ان کو دارالمصنفین دیکھنے کا خیال آ گیا، کہ اتنے قریب آ کر اگر دارالمصنفین نہ دیکھا تو بڑی بدقسمتی ہو گی۔ وہیں سے رُخ اعظم گڑھ کی طرف کر دیا۔ دارالمصنفین کے احاطہ میں پیدل داخل ہوئے ، کتب خانہ پہنچ کر راقم الحروف کے کمرے کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے اور دریافت فرمایا کہ مولانا سیدسلیمان ندوی ہیں۔ میں نے نفی میں جواب دیا، تو فرمایا۔ مولانا سید ریاست علی ندوی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ ان سے واقف ہیں۔ فرمایا کہ ان سے میری ایک مرتبہ کی ملاقات ہے ۔ میں نے کہا وہ تو موجود ہیں، میں نے ان کی ظاہری وضع و ہیت دیکھ کر ان کو چشمہ فروش سمجھا...... سر پر غالباً سیاہ کلپاخ ٹوپی ، گلے میں سفید کھدر کی شیروانی جس میں بجائے بیدر کے اعلی درجہ کے بٹن کے بہت معمولی سیپ کے بٹن لگے تھے، ٹانگوں میں سفید زین کا پرانا پتلون جس میں کہنگی کی وجہ سے جا بجا سوراخ ہو گئے تھے، اور وہ نظر آ رہے تھے۔ پیروں میں معمولی بوٹ جوتہ، میں ان کو ریاست علی صاحب کے

کمرے میں لے گیا، انہوں نے دیکھتے ہی ان کو پہچان لیا، اور کتب خانہ کے دوسرے ہال میں ان کو لے کر آئے، انہوں نے سیرت و متعلقات سیرت کی عربی کتابوں کی فہرست طلب کی ۔ اور وہ اس کا جائزہ لینے لگے، میں دوڑا ہوا مولانا شاہ معین الدین صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ ایک صاحب اس وضع و ہیت کے آئے ہیں، اور سیرت کی عربی کتابوں کی فہرست کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ حیدرآباد کے ڈاکٹر حمید اللہ ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ کیا بک رہے ہو، اتنا بڑا آدمی بغیر اطلاع کے دارالمصنفین نہیں آسکتا ہے۔ تم کو مغالطہ ہو رہا ہے۔ وہ کوئی اور ہوں گے، شاہ صاحب اٹھ کر دروازہ کے اوٹ سے ان کو دیکھنے لگے، لیکن ان کو کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ یہ ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ جس فن کی کتابوں کا جائزہ لے رہے ہیں اس سے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ سوائے ڈاکٹر حمید اللہ کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، وہ ان سے ملنے کے لیے اسی حال میں آگئے، مولانا ریاست علی صاحب نے ان سے ان کا تعارف کرایا، تو انہوں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ شاہ گنج سے تار کے ذریعے اپنی تشریف آوری کی اطلاع دے دیتے تو ہم آپ کو لینے کے لیے اسٹیشن آتے، فرمایا استغفراللہ، استغفراللہ، استغفراللہ، میں کوئی بڑا آدمی تھا کہ آپ حضرات کو اسٹیشن تک آنے اور اپنا خیر مقدم کرنے کے لیے زحمت دیتا، میں تو ایک بہت ہی معمولی طالب علم ہوں، ان کے احترام و اجلال میں جب بھی کوئی بات کی جاتی تو وہ تین مرتبہ استغفراللہ ضرور کہتے...... پھر سیرت کے موضوع پر اپنی دلچسپی اور شغف کی داستان بیان کی، فرمایا کہ، ''جب میں چھوٹا تھا، اور صاحبِ شعور نہیں ہوا تھا، تو میری والدہ جو بڑی پرہیز گار، متقی، صالحہ اور عابدہ تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے قصے اور کہانیاں سنایا کرتی تھیں، جو غیر شعوری طور پر دلنشین ہوتی گئیں، اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں جب پڑھ کر فارغ ہوں گا، اور اللہ تعالی نے صاحب قلم بنایا، تو اسی کو اپنا موضوع بناؤں گا، اس موضوع سے میری والہانہ دلچسپی تمام تر ماں کی تربیت کا فیض ہے۔'' (۳۱)

جنگ عظیم دوم کے دوران ۱۹۴۴ء میں دوبارہ ڈاکٹر صاحب، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی زیارت کے لیے ''دارالمصنفین اعظم گڑھ'' تشریف لائے، مولانا مجیب اللہ ندوی بھی دارالمصنفین کے رفقاء میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ۔

"۱۹۴۴ء کی بات ہے کہ وہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے دارالمصنفین تشریف لائے، حضرت سید صاحب اپنے کمرہ میں مشغول تھے، وہ کتب خانہ کی عمارت میں پہنچنے سے پہلے جوتے باہر اتار دیتے ہیں، لوگوں نے کہا کہ آپ جوتا پہنے آیئے، مگر انہوں نے کہا کہ جہاں سیرت نبوی ﷺ لکھی گئی وہاں میں جوتا پہن کر جاؤں؟ (۳۲)

۲۹ جون ۱۹۸۷ء تا یکم جولائی ۱۹۸۷ء پاکستان ہجرہ کونسل کا ایک سیمینار اسلام آباد میں منعقد ہوا، اس میں "دارالمصنفین اعظم گڑھ" سے مدیر معارف، سید صباح الدین عبدالرحمٰن بھی تشریف لائے، اس سیمینار میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھی شریک تھے، سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے معارف جولائی ۱۹۸۷ء کے شذرات میں جہاں سیمینار کی روئداد بیان کی، وہاں اس سیمینار میں ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ سے ملاقات اور ان کی ہمنشینی کو زندگی کے عزیز ترین لمحات قرار دیا، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اس اجتماع میں جہاں اور ملکوں کے معزز نمائندوں سے ملاقاتیں رہیں وہاں اپنی زندگی کے عزیز ترین لمحات مکرم و محترم ڈاکٹر حمید اللہ کی علمی صحبتوں میں گذارے جن میں بڑی علمی روحانیت محسوس کرتا رہا، چار روز کا زیادہ تر وقت ان ہی کی ہم دمی اور ہم نشینی میں گذرا، ان سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب وہ جوان تھے، اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں، آلہ سماعت استعمال کرتے ہیں، لیکن باتوں اور تحریروں میں اب تک جوان رعنا ہیں، انہوں نے اپنی زندگی میں جتنے علمی کام کیے ہیں وہ ان کے بعد اسی طرح یاد کیے جائیں گے جس طرح اکابر مشاہیر مصنفوں کے کارنامے یاد کیے جاتے ہیں، پھر اپنے استغنا اور بے نیازی کی مثالیں بھی ایسی پیش کیں ہیں جو گذشتہ دور میں آئمہ اسلام پیش کرتے رہے ہیں۔ اور جن سے ہمارے ماضی کی عظمت میں تابانی اور درخشانی پیدا ہوئی ہے، پاکستان ہجرہ کونسل کی طرف سے ان کی خدمت میں دس لاکھ روپے کا انعام پیش کیا گیا، مگر انہوں نے اسی وقت اسلام آباد، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو ہدیہ کر دیا، ایسی بے نیازی کی مثالیں کم ملیں گی، ان کا مستقل قیام پیرس میں ہے، وہاں وہ کوئی غیر معمولی راحت اور عشرت کی زندگی بسر نہیں کرتے جس سے ان کو روپے کی ضرورت نہ ہو، مگر اپنی قناعت پسندانہ اور خوددارانہ زندگی میں ان کو جو ماہانہ پنشن ملتی ہے اسی میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ روحانی نشاط و انبساط محسوس کرتے ہیں، جس کے بعد ان کے لیے بڑی سے بڑی دولت کی حیثیت پرکاہ سے زیادہ نہیں۔

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر لی ہے، لیکن شبستانِ محبت میں حریرو پرنیاں بنے ہوئے ہیں، عشقِ اسلام کے مضراب سے ان کے علمی تارِ حیات کا جو نغمہ بلند ہو رہا ہے وہ نہ صرف ان کے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے نورِ حیات بنا ہوا ہے، اقبال نے مردِ مومن کی جو یہ تعریف کی ہے کہ اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل، اس کی ادا دلفریب اور اس کی نگہ دلنواز ہوتی ہے، تو اس کا مکمل نمونہ ان کو اپنی بار بار ملاقاتوں میں پایا، وہ یاد آرہے ہیں، ان کی صورت جنت نگاہ اور باتیں تسنیم سامعہ بنی ہوئی ہیں۔ اور آئندہ زندگی میں بھی رہیں گی، دارالمصنفین کے رسالہ معارف کے معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کے متعلق اپنی جو رائے ظاہر کی وہ ہمارے لیے بہت بڑی سند ہے۔(۳۳)

الغرض ''دارالمصنفین'' اور اس کے ذمہ دار ان سے آخری دم تک ان کا تعلق رہا، شاہ معین الدین احمد ندوی، سید صباح الدین عبدالرحمٰن اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحبان سے خط و کتابت بھی رہی، اور اپنی ذاتی وابستگی کا اظہار بھی کرتے رہے، نومبر ۱۹۸۸ء کے معارف میں اپنے ایک مقالہ، ''تراجم قرآن مجید'' کی تمہید میں لکھتے ہیں:

''مقالہ ہٰذا کی تدوین کے لیے جب معارف مؤقر کا متعلقہ پرانا شمارہ نکالا تو کچھ عجیب باتوں سے دوچار ہوا، اس مین مولانا ضیاء الدین اصلاحی بھی مقالہ نگاروں میں تھے اور ان کا نام اب رسالے کے ٹائیٹل کو زیب دے رہا ہے۔ اسی ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر ''خطبات مدراس'' اور ''رحمت عالمؐ'' جیسی شہرہ آفاق کتابوں کا اشتہار بھی تھا، ابھی ابھی اطلاع آئی ہے کہ میری ''خطباتِ بہاولپور'' کا نظر ثالث شدہ ایڈیشن اسلام آباد میں چھپ گیا ہے، جو ''خطباتِ مدراس'' ہی کا خوشہ چین اور گویا تکملہ ہے، اسی طرح میری فرانسیسی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچویں ایڈیشن کے پروف بھی آئے ہوئے ہیں۔ اور ان شاء اللہ چند ماہ میں چھپ جائیں گے، اسی شمارہ معارف میں جگن ناتھ آزاد کی ''منظوم تاریخ انسانیت'' سے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا متعلقہ اقتباس بھی پڑھا، بے اختیار آنسو بہہ نکلے(۳۴)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے انتقال پرملال پر مدیر معارف جناب مولانا ضیاء الدین اصلاحی کا نثر میں نظم نما مرثیہ، دارالمصنفین اور اس کے رفقاء کی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ عقیدت و محبت اور ان کی بے مثل دینی و علمی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے، مولانا اصلاحی کہتے ہیں۔

"افسوس صد افسوس کہ وہ فرزند اسلام نہیں رہا، جس کی اذانِ توحید سے مغرب کی وادیاں گونج رہی تھیں اور ہزاروں نفوس ایمان و اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو رہے تھے، وہ سر چشمہ ہدایت بند ہو گیا جس سے مریضان کفر و ضلالت شفا یاب ہو رہے تھے، وا حسرتا! کہ دین و دانش کا وہ آفتاب غروب ہو گیا جس سے مشرق و مغرب دونوں ضیا بار تھے اور تاریکیوں میں بھٹکنے والے راہ یاب ہو رہے تھے، علم کا وہ بے کراں سمندر کد ہو گیا جس سے اسلام کا درخت سر سبز و شاداب تھا، دریائے تحقیق کا وہ شناور اور غواص چلا گیا جو یورپ کے کتب خانوں میں اپنے آباء کی موجود کتابوں سے علم کے جواہر نکالتا تھا، وہ پیکر علم و فن روپوش ہو گیا، جو ابر نیساں بن کر پون صدی موتی لٹا رہا تھا، حکمت و معرفت کا وہ مجمع البحرین دنیا سے رُخصت ہو گیا جو مشرق کے علمی ے خانوں سے بھی سرشار تھا اور مغرب کے میکدۂ حکمت سے بھی مخمور تھا، وہ ہستی نہیں رہی جس کے فضل و کمال کا سکہ بلاد مشرق اور عالم اسلام ہی میں نہیں، یورپ و امریکہ میں بھی چل رہا تھا، حیف صد حیف اس ذات گراں کا خاتمہ ہو گیا جس کا دماغ نادر معلومات کا خزینہ اور سینہ علوم نبوی کا سفینہ تھا، جس کا قلم دشمنان اسلام کی علمی خیانتوں اور عیاریوں کو بے نقاب کرتا تھا اور اسلام اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت و صداقت کو آشکار کرتا تھا، آہ ثم آہ! کہ وہ سراپا علم و تحقیق روپوش ہو گیا جو تاریخ اسلام اور سیرت نبی ﷺ کے اولین مصادر اور مسلمانوں کے نایاب اور گم شدہ علمی اندوختوں کو ڈھونڈ نکالتا تھا، وہ وجود مقدس خاموش ہو گیا جس نے پیرس میں بھی آداب سحر خیزی نہیں چھوڑے، جس کی راسخ العقیدگی کو مغرب کے فسق و فجور نے اور پختہ کر دیا تھا اور فحاشی اور معصیت کی طغیانی نے اس کے ایمان و یقین میں مزید اضافہ کر دیا تھا، وا ویحاہ! کہ وہ کامل الایمان اور راسخ العقیدہ غائب ہو گیا جس کے پائے استقامت و عزیمت کو کفر و الحاد کی بادِ صرصر کبھی متزلزل نہیں کر سکی، جس کی متاع دین و تقویٰ کو حسن و عشرت کی جلوہ گاہیں غارت نہ کر سکیں، اور جس کے دامنِ عفت و طہارت پر دنیا کی رعنایاں اور دل فریبیاں کوئی داغ و دھبا نہ ڈال سکیں، یعنی شہرہ آفاق عالم و محقق نام ور مصنف و فاضل، اسلام کے جاں نثار وفدائی اور اس کے مخلص داعی و مبلغ، نکتہ داں سیرت نگار، دیدہ ور مورخ، اسلامی فقہ و قانون کے ماہر، علوم دینیہ میں یگانہ اور جدید علوم میں فخر روزگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ۹۴ برس کی عمر میں ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء کو داعی

اجل کو لبیک کہا، ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' جن کی پاکیزہ زندگی اور مطہر شخصیت قرون اولی کے مسلمانوں کا نمونہ تھی، اور جو اس عہد کے ابن سعد وطبری، بلاذری و یعقوبی، ابن اسحاق و ابن ہشام، ابن اثیروابوالفداء اور شمس الائمہ سرخسی اور علامہ ابن عابدین تھے، ان کی موت سے عالم اسلام ویران ہو گیا، دنیائے علم میں خاک اڑنے لگی، اہل علم، اصحاب نظر اور محققین سراپا درد وحسرت بنے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں ؎

آفاق ہا گردیدہ ام، مہرتباں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگرے (۳۵)

② ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے نزدیک ماہنامہ ''معارف'' کی قدر ومنزلت

ماہنامہ ''معارف'' کا اجراء ہوا تو یہ زمانہ ہندوستان کی تاریخ کا نہایت پرآشوب دور تھا، پہلی جنگ عظیم کی آگ ابھی سرد نہیں ہوئی تھی، اس ماحول میں علمی و تحقیقی مضامین لکھنے والے بس خال خال ہی تھے، معارف نے دینی، علمی، تحقیقی وادبی ذوق پیدا کیا اور لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کا ایک ٹھوس حلقہ پیدا ہو گیا، جو روز بروز بڑھتا ہی گیا، اس کے اثر سے نئے اور پرانے دونوں طبقے متاثر ہوئے ''معارف'' کو ایک علمی و ادبی اور تحقیقی رسالہ بنانے کے لیے سید صاحب نے اپنی تمام تر صلاحتیں وقف کر دیں، اجراء کے وقت سے کئی سال تک تن تنہا اس رسالہ کا تمام بار اپنے دوش ناتواں پر اٹھائے رہے، ہر نمبر کے لیے دو ایک مستقل مقالے لکھنا، کئی کئی صفحے کے شذرات تیار کرنا، متعدد کتابوں پر تبصرہ کرنا، یہ سب سید صاحب کے ذمہ تھا، اس کے علاوہ دارالمصنفین کے ناظم کی ذمہ داریاں الگ سے تھیں یہ سید صاحب کی محنت لگن کا نتیجہ تھا کہ ''معارف'' کی اہمیت اور قدر افزائی ملک کے اساطین علم و ادب نے کی، اور ہر طبقہ کے مخصصین نے اس کو پسند کیا، علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے سید صاحب کے نام اپنے ایک خط میں معارف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا۔

''یہی ایک رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارتِ ایمانی میں ترقی ہوتی ہے (۳۶)''

مولانا ابو الکلام آزاد اپنے ایک خط میں سید صاحب کو تحریر کرتے ہیں۔

''معارف کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں، صرف یہی ایک پرچہ ہے اور ہر طرف سناٹا ہے، بحمد اللہ مولانا شبلی مرحوم کی تمنائیں رائیگاں نہیں گئیں اور صرف آپ کی بدولت ایک ایسی جگہ بن گئی جو خدمت علم و تصنیف کے لیے وقف ہے''۔ (۳۷)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنے دور طالب علمی سے ''معارف'' کے قاری تھے، بعد ازاں اس کے مقالہ نگار رہے۔ قیام حیدرآباد (دکن) تک تو رسالہ آسانی سے دستیاب ہو جاتا تھا، مگر جب پیرس میں مستقل سکونت اختیار کر لی تو وہاں بھی ''معارف'' کو منگواتے رہے، اور اگر ''معارف'' نہ ملتا تو بے تاب ہو جاتے چنانچہ مئی

۱۹۵۰ء میں اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''سلام مسنون نیاز مندانہ ورحمتہ اللہ و برکاتہ، ایک اور مضمون ملفوظ ہے، مناسب ہو تو شائع فرما دیا جائے، گذشتہ مضمون سُنا کہ شائع ہوا ، اگرچہ تا حال پڑھنے یا دیکھنے میں نہیں آیا۔ خیر اسے کوئی اہمیت نہیں، غرض تو اشاعت و اطلاع تھی ، گزشتہ دو سال سے ''معارف'' دیکھنے کو ترستا تھا ابھی حال میں ایک دوست کے یہاں ان شماروں کا بڑا حصہ دیکھنے میں آیا اور دل بھر آیا ، مسرت نہ صرف اس عزیز دور افتادہ دوست سے مکرر ملنے پر ہوئی بلکہ اس پر بھی کہ معیار اگر بلند تر نہیں ہوا تو ماشاء اللہ پرانا معیار برقرار ضرور ہے''۔ (۳۸)

''دارالمصنفین کے ایک رفیق ، مولانا ابو الجلال ندوی، ''اعلام القرآن'' کے عنوان سے مختلف موضوعات پر ''معارف'' میں لکھ رہے تھے، ان کے مضامین ڈاکٹر صاحب نے پڑھے اوران کی تحقیق پر ان الفاظ میں ان کو داد دی۔

''مجھے یاد نہیں کہ اس سے پہلے مولانا ابو الجلال ندویؒ کی میں نے کوئی چیز پڑھی ہو، گزشتہ دو سال میں ان کے جو مضمون چھپے ہیں، ان سے ایسا معلوم ہوا کہ آسمانِ علم پر ایک نیا کوکب دُرّی ، ایک درخشاں تارہ نمودار ہو گیا ہے، خدا اسے بہت دن تاباں رکھے، ان کی تحقیقات قابل رشک ہیں.......... مولانا کی ''اعلام القرآن'' کا انتظار رہے گا۔ خدا کرے جلد تکمیل کو پہنچے اور یہ خدمتِ قرآن، صاحبِ قرآن جلّ شانہ کے ہاں مقبول ہو''۔(۳۹)

ڈاکٹر صاحب ''معارف'' کے ہر نئے شمارے کا شدت سے انتظار کرتے اور جب پرچہ مل جاتا اور اس میں اپنے ذوق کا کوئی مضمون یا مقالہ پڑھتے تو اس پر اظہار خیال بھی کرتے ، اور اگر ''معارف'' ڈاک میں کہیں ضائع ہو جاتا تو اس سے انہیں کافی پریشانی لاحق ہوتی، چنانچہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''کل شام کی ڈاک میں جون ۱۵ء کا معارف ملا، مسرت سے ورق گردانی کی، اردو املاء کی تاریخ پر ایک عمدہ مضمون نظر سے گزرا.......... جون کا معارف تو مل گیا لیکن اپریل اور مئی کے پرچے غائب ہیں، جون کے پرچے میں جو ششماہی فہرست ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ ''دانتے کی نظم طربیہ'' کا مضمون جو بھیجا گیا تھا، وہ شاید اپریل میں چھپ بھی گیا لیکن دیکھنے سے تا حال محروم رہا، معلوم نہیں ڈاک کے ان ڈاکوؤں کا کیا علاج ہے(۴۰)

مدیر ''معارف'' جناب شاہ معین الدین احمد ندوی نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا، اور مضمون کی فرمائش کی، جس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے ایک تفصیلی خط ارسال فرمایا۔ جس میں ماہنامہ ''معارف'' کی قدر ومنزلت کی بے پناہ تعریف فرمائی، لکھتے ہیں۔

''آج صبح عنایت نامہ باعثِ سرفرازی ہوا،

؎ اے وقتِ تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی۔

میں معارف میں کم لکھتا ہوں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میری نظر میں اس کی عزت کم ہے، واقعہ تو یہ ہے کہ آج کل ساری دنیائے اسلام میں، عرب ہو کہ عجم، کوئی اسلامی رسالہ اسلامیات پر اعظم گڑھ والے ''معارف'' کے معیار کا نہیں۔ اوروں کا کاغذ اور طباعت بہتر ہوسکتی ہے، لیکن مضامین کے مندرجات میں علمی معیار بدقسمتی سے کچھ بھی نہیں، خدا ''معارف'' کو سلامت با کرامت رکھے، میں خود معارف میں جگہ پاؤں تو اپنے لیے باعثِ عزت سمجھتا ہوں (۴۱)

ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔

'' میں ''معارف'' کا ادنیٰ ناظر ہوں، دل میں اس کا احترام بہت ہے، چونکہ وہ مرجع انام ہے اور لوگ اب بھی آئندہ بھی اس سے استفادہ کریں گے (۴۲)''

ڈاکٹر صاحب ''معارف'' کے محتسب بھی تھے، اس میں املاء یا کسی مقالے کے مندرجات میں غلطی نظر آتی، تو فوراً اصلاح فرما دیتے، یہاں تک کہ اپنے مضامین کے پروف وہ زیادہ دقتِ نظر سے پڑھتے، اور ذرا بھی املاء کی غلطی نظر آتی تو اگلے شمارے میں اس کی تصحیح کر دیتے، سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''معارف'' کی میرے دل میں بہت عزت ہے وہ ہمارے تاریخِ حال کا مستقبل میں ایک وثیقہ، ایک مآخذ ہوگا، اسی لیے اس کے مندرجات کے متعلق آپ کو اگر تکلیف دیتا، بلکہ دل دکھاتا رہتا ہوں، التجا ہے کہ یہ قصور معاف کردیں گے کہ مقصد رنجیدہ کرنا بالکل نہیں۔ (۴۳)

معارف میں ڈاکٹر صاحب کا آخری خط اکتوبر ۹۴ء کے شمارے میں شائع ہوا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، عمر کے اس حصے میں بھی ''معارف'' سے اُنہیں کس قدر عقیدت تھی، اور اس کے مضامین میں وہ کس قدر دلچسپی لیتے تھے۔ (۴۴)

③ ''اشاریہ''

ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مضامین ومقالات ، مکتوبات، شائع ہوئے ، آپ کی تالیفات وتصنیفات اور فکرونظر پر اہل علم کی بعض تنقیدی آراء بھی شائع ہوئیں۔ یہاں اس کا اشاریہ (زمانی ترتیب سے) پیش خدمت ہے، اشاریہ میں ، مکتوبات کے مندرجات کی تلخیص پیش کی گئی ہے۔

نمبرشمار	عنوان مقالہ/ مندرجاتِ خط/ کتب	مقالہ/خط/ تبصرہ	مکتوب الیہ/ مبصر	جلد	عدد	ماہ سن	صفحات
ا۔	رسالہ ''الکشافہ''، حیدر آباد- مدیر ڈاکٹر محمد حمید اللہ	رسالہ	سید ریاست علی ندوی	۲۷	۱-۲	جنوری ۱۹۳۱	۷۷
۲۔	''رومی اور اسلامی ادارہ غلامی'' مرتبہ محمد حمید اللہ، بزم قانون عثمانیہ کالج، حیدر آباد	کتاب	ع	۲۸	۱	جولائی ۱۹۳۱	
۳۔	یورپی الفاظ و اعلام کا اردو املاء	مقالہ		۲۸	۲	اگست ۱۹۳۱	۱۰۳-۱۲۰
۴۔	آنحضرتؐ کا خط قیصر روم کے نام (معترضین کے جواب دیئے گئے)	مقالہ		۳۵	۶	جون ۱۹۳۵	۴۱۶-۴۳۰
۵۔	عربوں کی جہاز رانی پر ''استدراک'' قسط ا	مقالہ		۳۷	۵	مئی ۱۹۳۶	۳۲۵-۳۳۶
۶۔	عربوں کی جہاز رانی پر ''استدراک'' قسط ۲	مقالہ		۳۷	۶	جون ۱۹۳۶	۴۰۵-۴۱۴
۷۔	تصحیح مقالہ عربوں کی جہاز رانی پر ''استدراک''	مکتوب	سید سلیمان ندوی	۳۸	۲	اگست ۱۹۳۶	۱۳۴
۸۔	عہد نبویؐ کا نظام تعلیم	مقالہ		۴۸	۵	نومبر ۱۹۴۱	۳۲۵-۳۴۶

۹۔	قرآنی تصور مملکت	مقالہ		۴۸	۶	دسمبر ۱۹۴۱	۴۰۵_۴۳۱
۱۰۔	عہد نبویؐ کے عربی ایرانی تعلقات	مقالہ		۵۰	۱	جولائی ۱۹۴۲	۵_۲۲
۱۱۔	عہد نبویؐ کا نظام تعلیم (از ڈاکٹر محمد حمید اللہ) ادارہ ترقی تعلیم اسلامی، حیدر آباد	کتاب	ادارہ	۵۰	۴	اکتوبر ۱۹۴۲	۳۱۸
۱۲۔	عربی حبشی تعلقات، از ڈاکٹر محمد حمیداللہ ادارہ ترقی تعلیم اسلامی، حیدر آباد	کتاب	ادارہ	۵۰	۶	اکتوبر ۱۹۴۲	۳۱۸
۱۳۔	الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة. از ڈاکٹر محمد حمیداللہ، حبیب کمپنی، حیدر آباددکن	کتاب	شاہ معین الدین ندوی	۵۱	۱	جنوری ۱۹۴۳	۷۶_۷۷
۱۴۔	”استدراک بر مقالہ ”صفی ہندی“ جو عرب دنیا میں مشہور ہوئے۔	مختصر خط	سید سلیمان ندوی	۵۱	۶	جون ۱۹۴۳	۴۴۲
۱۵۔	تقویم جلالی اسلامی شمسی کلنڈر	مقالہ		۵۲	۶	دسمبر ۱۹۴۳	۴۴۰_۴۴۵
۱۶۔	دار العلوم حید آباد کی تعلیمی جوبلی	روئیداد		۵۳	۲	فروری ۱۹۴۴	
۱۷۔	مدراس کی عظیم الشان نمائش تاریخ وتمدن اسلامی	روئیداد		۵۲	۴	اکتوبر ۱۹۴۳	
۱۸۔	انجمن ہائے قرضہ بے سودی	مقالہ		۵۳	۳	مارچ ۱۹۴۴	۲۱۱_۲۱۶
۱۹۔	مکتوب پارس: مصحف عثمانی کے بارے میں معلومات ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۳۵ء میں میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے اس مضمون میں مصحف عثمانی میں سے نصف ورق کا فوٹو شائع ہوا ہے	مکتوب	سید ریاست علی ندوی	۵۶	۲	اگست ۱۹۴۵	۱۲۱_۱۲۲

۲۰۔	عربوں کی جہازرانی ''استدارک''	مزید معلومات		۵۷	۲	فروری ۱۹۴۶	۱۴۶_۱۴۷
۲۱۔	تصادم قوانین کا اسلامی تصور اور عمل	مقالہ		۵۷	۲	فروری ۹۴۶	۷۵_۱۰۷
۲۲۔	قرآن سے متعلق جرمنوں کی خدمات	مقالہ		۵۷	۳	مارچ ۱۹۴۶	۱۴۳_۱۵۱
۲۳۔	عربوں کی جہاز رانی ''استدراک''	مختصر تصحیح		۵۷	۶	جون ۱۹۴۶	۴۷۱_۴۷۲
۲۴۔	عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی از ڈاکٹر محمد حمیداللہ مکتبہ جامعہ دہلی ص: ۳۱۷۔	کتاب	سید ریاست علی ندوی	۵۷	۶۵	جون ۱۹۴۶	۴۷۵_۴۷۶
۲۵۔	منشور اقوام متحدہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مترجم) حیدری گشتی کتب خانہ حیدرآباد، ص:۶۵۔	کتاب	سید ریاست علی ندوی	۵۹	۱	جنوری ۱۹۴۷	۷۸_۷۹
۲۶۔	مسلم کا نڈکٹ آف اسٹیٹ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد اشرف لاہور ص:۳۵۵۔	کتاب	ا۔ج	۶۱	۴	اپریل ۱۹۴۸	۳۱۵_۳۱۷
۲۷۔	قانون بین الممالک از ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآباد، دکن۔ص: ۲۵۶۔	کتاب	شاہ معین الدین ندوی	۶۴	۲	اگست ۱۹۴۹	۱۵۸_۱۵۹
۲۸۔	اسلامی اصولِ قانون اور نظریہ دستوری کا ارتقاء از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، احسان بک ڈپو حیدرآباد۔ص: ۷۷	کتاب	شاہ معین الدین ندوی	۶۴	۳	ستمبر ۱۹۴۹	۲۳۹_۲۴۰
۲۹۔	ابوحنیفہ دینوری کی کتاب النبات	مقالہ		۶۴	۶	دسمبر ۱۹۴۹	۴۵۱_۴۶۳

۳۰۔	پیرس کا ایک مکتوب، معارف کے معیار وخدمات پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے مولانا عبدالسلام ندوی کے طب پر مضمون کو پسند کیا ہے۔ ابن سمحون کی کتاب الجامع لاقوال الحکماء ...... فی الادویة المفردة کے مخطوطات کی تفصیل بیان کی ہے۔ مولانا ابو الجلال ندوی کے اعلام القرآن پر معارف میں شائع شدہ مقالات کو بے حد پسند کیا ہے اور مولانا کو آسمانِ علم پر ایک نیا کوکب دُرّی سے موسوم کیا ہے۔ ابو محفوظ الکریم کی تفسیر طبری پر خدمات کو سراہا ہے۔ اور بتایا ہے کہ تفسیر طبری پر کن کن گوشوں اور عنوانات کے تحت مزید کام ہوسکتا ہے۔	مکتوب	سید سلیمان ندوی	٦۵	۵	مئی ۱۹۵۰	۳۹۰۔۳۹۲
۳۱۔	کتاب النبات دینوی	مقالہ		٦۵	٦	جون ۱۹۵۰	۴۵٦۔۴٦۰
۳۲۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادار اسلامیات لاہور، ص:۲۸۰۔	کتاب	شاہ معین الدین ندوی	٦۷	۳	مارچ ۱۹۵۱	۲۳۷۔۲۳۸
۳۳۔	دانتے کی نظم ’’طربیہ ربانی‘‘	مقالہ		٦۷	۴	اپریل ۱۹۵۱	۲۹۲۔۲۹۷

۳۴۔	مکتوب حمید: جون ۱۹۵۱ء کے معارف میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا ایک مضمون ''اردو املاء کی تاریخ'' شائع ہوا ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اس مضمون کو پسند فرمایا اور اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا کہ املاء کے ارتقاء میں تین پہلو خاص کر موثر ہوتے ہیں۔ ا۔ پہلے یہ کہ جب کوئی بولی پہلے پہل لکھی یعنی تحریری زبان بنتی ہے تو کچھ تو صحیح تلفظ کی تلاش میں مشق وخطا کو ناگزیر دخل ہے۔ ۲۔ دوسرے یہ کہ خود تلفظ میں مختلف اسباب سے ارتقاء یا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ ۳۔ کوئی لکھی جانے والی زبان اپنا رسم الخط کسی نوبت بدل ڈالے تو نئے خط میں املا کو متعین ہوتے ہوئے کافی عرصہ لگتا ہے۔ آخر میں ''معارف'' ڈاک میں ضائع ہونے کی شکایت کی ہے۔	مکتوب	شاہ معین الدین ندوی	۶۸	۲	اگست ۱۹۵۱	۱۳۹۔۱۴۱
۳۵۔	استانبول کی مؤتمر مستشرقین عالم	روئیداد		۶۹	۳	مارچ ۱۹۵۲	۲۱۴۔۲۲۸
۳۶۔	رومی قانون اور اسلامی قانون کے تعلقات پر چند ملاحظات (اطالوی مستشرق گارلونال لینو) کے مضمون کا ترجمہ اور شروع میں مقدمہ لکھا ہے۔	مقالہ		۷۱	۱	جنوری ۱۹۵۳	۳۴۔۴۸
۳۷۔	مولانائے روم کی سات سو سالہ برسی	مقالہ		۷۱	۵	مئی ۱۹۵۳	۳۸۲۔۳۸۴
۳۸۔	کیمرج کی موتمر مستشرقین عالم	روئیداد		۷۴	۶	دسمبر ۱۹۵۴	۴۵۳۔۴۶۰

۳۹۔	صحیفہ ھمام بن منبہ، مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الہدیٰ بک ایجنسی حیدر آباد دکن ص: ۱۴۶۔	کتاب	شاہ معین الدین ندوی	۷۶	۶	دسمبر ۱۹۵۵	۴۷۷_۴۷۸
۴۰۔	فقہ کی تشکیل اور آغاز کا معمہ (قسط ۱) مشہور مستشرق (گ۔ہ، بوسکے) کے مقالہ کا ترجمہ۔	مقالہ		۸۱	۳	مارچ ۱۹۵۸	۱۶۵_۱۸۴
۴۱۔	موتمر مستشرقین عالم کا اجلاس میونک ۱۹۵۷ء	روئیداد		۸۱	۳	مارچ ۱۹۵۸	۲۲۸_۲۳۵
۴۲۔	فقہ کی تشکیل اور آغاز کا معمہ (قسط۲)	مقالہ		۸۱	۴	اپریل ۱۹۵۸	۲۴۵_۲۶۱
۴۳۔	قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمے	مقالہ		۸۴	۲۲	اگست ۱۹۵۹	۴۶۵_۴۶۸
۴۴۔	موتمر مستشرقین عالم کا پچیسواں اجلاس ماسکو	روئیداد		۸۶	۵	نومبر ۱۹۶۰	۳۸۹_۳۹۷

۴۵	مکتوب (ایک سوال) قاضی اطہر مبارک پوری کے ایک مضمون مطبوعہ معارف اپریل مئی ۱۹۶۰ء بعنوان ''عرب وہند کے قدیم علمی وثقافتی تعلقات'' کے تحت جدید دریافت وشائع شدہ نادر کتاب الذخائر والتحف کے مصنف کے بارے میں قاضی صاحب کی رائے سے اختلاف کیا ہے، اور فرمایا کہ اس کتاب کا مصنف قاضی رشید بن زبیر (دادا) ہے نہ کہ پوتا، راجہ دہمی یا رہمی کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ کہ کیا پڑھنا چاہیے؟ مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے مکتوب کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک پارہَ کی فوٹوکاپی ارسال کی ہے اور فرمایا کہ اپنی فرانسیسی سیرت نبویہ کا اردو ترجمہ کروں مگر مؤلف کے لیے کیسے ممکن ہے کہ خود اپنی ہی تحریروں کا ترجمہ کرے تو دوسرے کام رہ جائیں گے، مصحف عثمانی جو کہ ڈرہام یونیورسٹی میں ہے اس کا میکروفلم منگوا لیا ہے۔	مکتوب	شاہ معین الدین ندوی	۸۶	۶	دسمبر ۱۹۶۰	۴۴۹-۴۵۰
۴۶	''سیرت نبویہ'' مصنف ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس) ڈاکٹر صاحب کے حالات اور علمی خدمات کے علاوہ ان کی فرانسیسی سیرت نبویہ پر تفصیلی تبصرہ ہے (از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ)	مقالہ	ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	۸۸	۱	جولائی ۱۹۶۱	۲۲-۳۱
۴۷۔	القاضی الرشید مؤلف کتاب الذخائر والتحف	مقالہ		۹۳	۵	مئی ۱۹۶۲	۳۶۱-۳۷۴

۴۸۔	امام سرخسی کی نوسوسالہ برسی	مقالہ		۹۴	۳	ستمبر ۱۹۶۴	۱۶۵۔۱۷۷
۴۹۔	کتاب المعتمد فی اصول الفقہ لابن الحسین البصری المعتزلی (مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ) المعہد العلمی دمشق صفحات ۱۱۸۰۔	کتاب	شاہ معین الدین ندوی	۹۹	۱	جنوری ۱۹۶۷	۷۸۔۷۹
۵۰۔	امام ابو حنیفہ کی تدوین قانونِ اسلامی، از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، حبیب اینڈ کمپنی، حیدر آباد صفحات: ۶۲۔	کتاب	شاہ معین الدین ندوی	۹۹	۲	فروری ۱۹۶۷	۱۵۹
۵۱۔	اسلام اور علم ہیت کے نئے مسائل	مقالہ		۱۰۰	۳	ستمبر ۱۹۶۷	۱۶۰۔۱۶۱
۵۲۔	مؤتمر مستشرقین عالم امریکہ میں	روئیداد		۱۰۰	۵	نومبر ۱۹۶۷	۳۲۵۔۳۳۸
۵۳۔	امام محمد کی بارہ سو سالہ یادگار وفات ترکی میں	مقالہ		۱۰۳	۶	جون ۱۹۶۹	۴۴۴۔۴۵۴

۵۴۔	مکتوب حمید: پیرس کے روحانی کلیسا کے ایک پادری ''کرنستان ورجیل گیورگیو'' نے فرانسیسی زبان میں سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کا ترجمہ فارسی میں ہوا تھا اور مولانا وارث علی نے اردو میں منتقل کیا، مئی ۱۹۷۱ء کے معارف میں اس پر تبصرہ ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے مصنف کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ پادری اور راہب ہے زندگی افسانہ نویسی میں گزری، سیرت نبویہ پر بھی ایک افسانہ لکھا۔ اسے عربی رسم الخط بھی نہیں آتا جبکہ کتاب میں نہ صرف عربی مطبوعات کے حوالے ہیں بلکہ نادر مخطوطات کا بھی ذکر ہے جبکہ مؤلف نے زندگی میں کبھی ان کی صورت بھی نہیں دیکھی ہوگی۔ اس کی کتاب میں انتہائی فحش اور پاجی پن کی چیزیں بھی ہیں ہمارے سادہ اور بھولے مسلمان بھی نادانستہ اس کے ترجمے کرکے اس گناہ میں شریک ہو رہے ہیں۔	مکتوب	شاہ معین الدین ندوی	۱۰۸	۲	اگست ۱۹۷۱	۱۴۹۔۱۵۱
۵۵۔	مرکزی سیاست اور قانون شخصی	مقالہ		۱۰۹	۶	دسمبر ۱۹۷۲ء	۴۴۹۔۴۵۳
۵۶۔	کیا اسلامی قانون رومی قانون کا مرہون منت ہے (مستشرق فیٹز جیرالڈ) کے ایک مقالہ کا ترجمہ (قسط ۱)	مقالہ		۱۱۱	۱	جنوری ۱۹۷۳ء	۴۱۔۵۶

۵۷۔	مکتوب حمید: ماہنامہ ''معارف'' کی قدرومنزلت اور علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اپنے مقالات کی اس میں اشاعت کو باعث عزت قرار دیا۔ اس کے سلامت وباکرامت رہنے کی دعا کی ہے، اپنے فرانسیسی ترجمہ قرآن اور سیرت نبویہ کے بارے میں بتایا ہے صباح الدین عبدالرحمٰن اور دیگر احباب معارف کی خدمت میں سلام پیش کیا ہے۔	مکتوب	شاہ معین الدین ندوی	۱۱۱	۱	جنوری ۱۹۷۳ء	۷۳۔۷۴
۵۸۔	کیا اسلامی قانون رومی قانون کا مرہون منت ہے۔ قسط دوم	مقالہ		۱۱۱	۴	اپریل ۱۹۷۳ء	
۵۹۔	کتاب النبات، ابو حنیفہ دینوری، مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (المعہد الفرنسی قاهرہ)، ص۴۴۷۔	کتاب	محمد نعیم ندوی صدیقی	۱۱۶	۳	ستمبر ۱۹۷۵ء	۲۳۱۔۲۳۷
۶۰۔	سیرت ابن اسحاق، تحقیق وتعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ معھد الدراسات والابحاث الرباط المغرب ص۳۹۵۔	کتاب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۱۹	۴	اپریل ۱۹۷۷ء	۳۱۵۔۳۱۶

۶۱۔	پیرس سے ایک مکتوب گرامی : ''معارف'' میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی بجائے عبد اللہ بن عمرؓ چھپ گیا، اس کی ڈاکٹر صاحب نے اصلاح فرمائی اور بتایا کہ کتابت حدیث کی ممانعت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئیں ہے بقول محمد مصطفیٰ الاعظمی یہ صحیح حدیث نہیں۔ صرف ایک حدیث جو حضرت ابو سعید الخدریؓ کی ہے جو صحیح مسلم نے روایت کی ہے اس کو بھی بقول ابن حجر، امام بخاری نے رد کیا ہے اور خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ سیرت شامی کی اشاعت پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۲۸	۲	اگست ۱۹۸۱ء	۱۵۱۔۱۵۲
۶۲۔	خطبات بہاولپور از ڈاکٹر محمد حمید اللہ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (صفحات ۳۴۲)	کتاب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۳۱	۲	فروری ۱۹۸۳ء	۱۵۸۔۱۶۰
۶۳۔	''اسلام اور مستشرقین پر مضامین سے متعلق کچھ خطوط'' فروری ۱۹۸۳ کے معارف میں ایک مقالہ نگار نے پکھتال کو بھی مستشرقین میں شامل کیا، اس کی تصحیح فرمائی کہ محمد پکھتال، انگریز تھے، نہایت مخلص مسلمان تھے، حیدر آباد مدرسہ فوقانیہ کے صدر (پرنسپل) بنائے گئے، نمازی آدمی تھے، اسلامک کلچر جاری کیا ان کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۳۱	۴	اپریل ۱۹۸۳ء	۲۹۸۔۲۹۹

۶۴۔	اسلام اور مستشرقین کی بیرونی ڈاک (مکتوب حمید) دارالمصنفین میں ۴۰ ، ۴۵ برس قبل مدیر معارف سید صباح الدین عبدالرحمٰن سے ملاقات اور میزبانی ومہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اسلام اور مستشرقین سمینار پر اپنے تاثرات میں لکھا کہ مستشرقین کی شکایت سے ان کو اتفاق نہیں ، ان میں ہر ایک پیشہ ور عناد اور دشمنی نہیں رکھتا اور جو اکاڈکا رکھتا ہے وہ اس طرح کی کانفرنسوں اور شکایت ناموں سے شدید تر دشمنی دکھانے لگتا ہے۔ اگر ان کو خالص علمی انداز میں ان کی غلطیاں بتائیں تو عام طور پر فوراً مان لیتے ہیں۔ پھر اپنی ایک دو مثالیں دیں۔ آخر میں لکھا ہے کہ ان کی چیزوں کو کھلے دل سے پڑھ کر ان کی غلط فہمیوں کو خالص علمی انداز میں دور کریں۔ ہو سکے تو ان کا نام بھی نہ لے کر ، خطبات بہاولپور پر تبصرہ پڑھا ہے، تمنا تو تنقید و تصحیح کی تھی......	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۳۱	۵	مئی ۱۹۸۳ء	۳۸۹۔۳۹۰
۶۵۔	ڈاکٹر حمید اللہ کے ایک خط پر اظہار رائے، مستشرقین کے حوالے سے مذکورہ خط پر تنقید کی گئی ہے۔ دو خطوط ہیں: ا۔ سید حبیب الحق ندوی (جامعہ ڈربن) ۲۔ مکتوب نگار نام نہیں لکھا (فقط کلکتہ لکھا ہے)	مکتوب ایضاً	سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایضاً	۱۳۲ ایضاً	۲ ایضاً	اگست ۱۹۸۳ ایضاً	۱۲۷۔۱۴۵ ۱۴۶۔۱۵۱

۶۶۔	مکتوب پیرس: جشن سلیمانی، کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ شروع میں ایسے جشن کے جائز ہونے کا استفسار کیا ہے پھر خود ہی فرمایا ہے یہ تحدیث نعمت کے طور پر جائز ہے، اور خود جشنِ میلاد النبیؐ بھی جائز ہے اس کے بعد سید سلیمان ندوی کی خدمات بیان کی ہیں اور پارس میں مختلف تقریبات محافل اور مساجد میں سید صاحب کی دینی وعلی خدمات سے عوام کو متعارف کروایا ہے۔ اس کی مکمل روئیداد قلم بند کی ہے۔	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۳۵	۳	مارچ ۱۹۸۵ء	۲۳۱۔۲۳۵
۶۷۔	حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ	مقالہ		۱۳۵	۵	مئی ۱۹۸۵ء	۳۸۱۔۳۸۸
۶۸۔	مکتوب پیرس: بتایا ہے کہ وراثت پر ایک مضمون تیاری کے مراحل میں ہے، آسٹریا کے کتب خانے میں سلجوقی دور کا ایک قرآن مجید کا ٹکڑا موجود ہے اس کا فوٹو منگوایا ہے اسے اپنے فرانسیسی مقالہ ''تاریخ خط عربی'' میں شائع کر رہا ہو۔ صلح حدیبیہ میں آپؐ کی حکمت عملی کے بعض پہلوؤں کی طرف نشاندہی کی ہے۔	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۳۷	۲	فروری ۱۹۸۶ء	۱۵۲
۶۹۔	پیغمبر اسلامؐ کے سیاسی مکتوبات میں سے چھ کی اصلین (فرانسیسی) از ڈاکٹر محمد حمیداللہ پارس ۱۹۸۵ء صفحات ۲۴۰۔	کتاب	ادارہ	۱۳۸	۵	نومبر ۱۹۸۶ء	۳۹۲۔۳۹۴

۷۰۔	مکتوب پیرس: سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے آنکھوں کا آپریشن کروایا صحت کامل کی دعا کی ہے، ماہنامہ ''معارف'' کے لیے احترام کے جذبات کا ذکر ہے۔	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۳۹	۳	مارچ ۱۹۸۷	ص ۲۳۴
۷۱۔	مکتوب پیرس: معارف جنوری ۱۹۸۷ میں پروفیسر عبدالرحمٰن مومن صاحب کے مضمون کو پسند فرمایا ہے، حضرت عمر و بن حزم کے بارے میں اپنی کتاب الوثائق السیاسیة کے پانچویں ایڈیشن میں مزید معلومات کے بارے میں بتاتے ہیں۔	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۳۹	۵	مئی ۱۹۸۷ء	۳۸۹
۷۲۔	شذرات: میں ہجرہ کونسل کے سمینار میں شرکت اور اس کی روئیداد میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جو کہ اس سمینار میں شریک ہوئے ، ان سے ملاقات اور ان کے بارے میں تاثرات کا ذکر کیا ہے۔	شذرات از سید صباح الدین عبدالرحمٰن		۱۴۰	۱	جولائی ۱۹۸۷ء	۲۔۴
۷۳۔	مکتوب پیرس: مغربی مصنفین کے اسماء کے تصحیح ، تلفظ اور ہجاء کا ذکر فرمایا ہے ، ''معارف'' میں ان املاء کی غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔''معارف'' کو تاریخ حال کا وثیقہ، ایک ماخذ قرار دیا ہے۔	مکتوب	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	۱۴۰	۶	دسمبر ۱۹۸۷ء	۴۷۱

۷۴۔	جناب سید صباح الدین عبد الرحمٰن صاحب کی وفات پر تعزیتی خطوط، تعزیتی خط ہے، سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب سے دو ملاقاتوں کا ذکر ہے۔ ''معارف'' کو دنیا کا سب سے بلند پایہ علمی پرچہ قرار دیا ہے اس میں آئندہ بھی لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔	مکتوب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۴۱	۵	مئی ۱۹۸۸ء	ص ۳۸۲_۳۸۳
۷۵۔	فتح مکہ (۸ھ) کی چودہ سو سالہ یاد گار (مع مکتوب پاریس): خط میں نماز فجر کے بعد تسبیح کے اپنے معمولات کا ذکر فرمایا۔ پھر فتح مکہ کے حوالے مقالہ تحریر فرمایا۔	مقالہ	ضیاء الدین اصلاحی	۱۴۲	۱	جولائی ۱۹۸۸ء	۵۶_۶۱
۷۶۔	''معارف'' کی ڈاک: معارف جولائی ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں کتابت کی غلطیاں در آئیں ان کی اصلاح فرمائی ہے۔	مکتوب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۴۲	۲	اگست ۱۹۸۸ء	
۷۷۔	''معارف'' کی ڈاک: معارف کی علمی خدمات کا ذکر فرمایا اپنی تحریرات ''معارف'' کو ہی ارسال کرتا ہوں، فرانسیسی ترجمہ قرآن کے پندرہویں ایڈیشن کی طباعت کا ذکر فرمایا ہے۔	مکتوب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۴۲	۴	اکتوبر ۱۹۸۸ء	۳۱۴
۷۸۔	تراجم قرآن مجید	مقالہ		۱۴۲	۵	نومبر ۱۹۸۸ء	۳۷۹_۳۹۱

۷۹۔	''معارف'' کی ڈاک (مکتوب پیرس): ''اپریل ۱۹۸۹ء کے ''معارف'' میں جناب محمد عارف عمری رفیق دارالمصنفین نے ''عبد بن حمید'' کے حوالے سے مقالہ لکھا، ڈاکٹر صاحب نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور لکھا ''ماشاء اللہ'' حق تحقیق ادا کیا گیا ہے، کتاب السرد والفرد کے مؤلف نے اپنی اسناد میں ابومحمد عبداللہ بن محمد بن زیاد السندی کا ذکر کیا تھا اس کے حالات کے بارے میں عارف عمری سے کہا ہے ۔ جناب محمد عارف عمری نے ڈاکٹر صاحب کے خط کے ساتھ ہی اصل راوی کے حالات مع حوالہ لکھ دیئے تھے۔	مکتوب	محمد عارف عمری	۱۴۳	5	مئی ۱۹۸۹ء	۳۹۰۔۳۹۱
۸۰۔	کتاب الردة ونبذة من فتوح العراق از محمد بن عمر بن واقدی، تہذیب ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الشرکۃ المتحدہ للتوزیع، بیروت۔ ص:۱۸۶۔	کتاب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۴۵	۱	جنوری ۱۹۹۰ء	۷۴۔۷۶
۸۱۔	**HOMMAGE A MAHMET** جگن ناتھ آزاد کی نظم (ولادت باسعادت) کا فرانسیسی ترجمہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ Editions Tougi, 30 ruerene Boulanger 75101 PARIS **FRANCE.**	کتاب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۴۵	۶	جون ۱۹۹۰ء	۴۸۰

۸۲۔	مکتوب پیرس: معارف اگست ۱۹۵۰ میں لفظ ''تیونس'' شائع ہوا، اس کا صحیح تلفظ واملاء ''تونس'' ہے، لکھا ہے کہ القزوینی کی کتاب السرد والفرد میں حضرت جعفر بن نسطورا الرومی کے حالات کی تلاش ہے۔	مکتوب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۵۰	۴	اکتوبر ۱۹۹۲ء	۳۱۴۔۳۱۵
۸۳۔	کتاب السرد والفرد فی صحائف الاخبار لابی الخیر احمد بن اسمعیل القزوینی. مرتب ڈاکٹر محمد حمید اللہ	کتاب/ مقالہ	پروفیسر عبدالرحمٰن مؤمن	۱۵۴	۱	جولائی ۱۹۹۴ء	۳۴۔۴۱
۸۴۔	مکتوب پارس: القزوینی کے بارے میں جاننے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے پارس میں ایک ایرانی پروفیسر دوست سے درخواست کی، تو انہیں نے ''کتاب السرد والفرد'' کے مصنف کے بارے میں معلومات پیش کیں جو اس خط کے ساتھ شائع ہوئیں۔	مکتوب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۵۴	۱	جولائی ۱۹۹۴ء	۷۷۔۷۸
۸۵۔	مکتوب پیرس: ''معارف'' میں ایک ہندی ترجمہ قرآن کا ذکر آیا تو مدیر ''معارف'' کو لکھا کہ سورۃ المنافقون ۴ / ۶۳ کی آیت ﴿کأنهم خشب مسندة﴾ کا ترجمہ کیا ہوا ہے۔	مکتوب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۵۴	۴	اکتوبر ۱۹۹۴ء	۳۰۸
۸۶۔	سیرت ابن اسحاق ، تحقیق وتعلیق از ڈاکٹر محمد حمیداللہ۔ مترجم نور الٰہی'' سنٹر کلچرل اسلامک حید آباد، دکن۔ص:۳۹۵۔	کتاب	ضیاء الدین اصلاحی	۱۶۹	۱	جنوری ۲۰۰۲ء	۷۷

۸۷۔	شذرات : ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی وفات پر شذرہ	شذرات	ضیاء الدین اصلاحی	۱۷۱	۳	مارچ ۲۰۰۳ء	۱۶۲۔۱۶۳

حواشی حوالہ جات

۱۔ جنوبی ہند کا مشہور و معروف علمی خاندان قاضی محمد صبغتہ اللہ بدرالدولہ (متوفی ۲۵ محرم ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) کا خاندان ہے، جو نویں صدی ہجری کی ابتداء سے لے کر مسلسل دین اور علم کی خدمت کرتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ تاریخ میں کوئی ایسا عالی شان خاندان نظر نہیں آتا، جو اس طرح سترہ پشتوں تک اپنی علمی قدر و منزلت کو قائم رکھتے ہوئے دین اور علم کی زرین خدمات کرتا چلا جا رہا ہو۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، قاضی صبغتہ اللہ بدر الدولہ کے پوتے، اوران کے فرزند ابو محمد خلیل اللہ کے صاحبزادے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (عمری، محمد یوسف کوکن عمری، خانوادہ قاضی بدرالدولہ، دارالتصنیف مدراس ۱۹۶۳ء)۔

۲۔ سفیر اختر، ڈاکٹر، ''سید مودودی اور ماہنامہ معارف'' دارالمعارف لوہسر شرفو، واہ کینٹ، مارچ ۱۹۹۴ء ص: ۱۹۔

۳۔ بیدار، عابد رضا، ماہنامہ ''معارف کا اشاریہ ۱۹۱۶۔ ۱۹۷۰'' (علوم اسلامیہ کی ایک اردو انسائیکلو پیڈیا) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۹۹۵۔ ص ۴۔

۴۔ ایضاً۔ ص ۳۔۴۔

۵۔ صدیقی، ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی، ''علامہ سید سلیمان ندوی، شخصیت وادبی خدمات''، مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ انڈیا، ص ۳۶۵۔

۶۔ سہ ماہی مجلہ عثمانیہ کراچی، اپریل تا جون ۱۹۹۷ء ص:۲۴۔ شاہ بلیغ الدین، ایک عالم ایک محقق (ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بارے میں ذاتی تاثرات)۔

۷۔ محمد صلاح الدین، ہفتہ روزہ ''تکبیر'' ۶ فروری ۱۹۹۲ء، ص ۱۰، مدیر تکبیر جناب محمد صلاح الدین مرحوم نے اپنے دورہ فرانس کے موقع پر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی تھی، اوران کی علمی خدمات پر ایک تفصیلی مضمون ''تکبیر'' کے مذکورہ شمارے میں شائع کیا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے انٹرویو بھی لیا، ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے ان کو بتایا کہ'' میرا پہلا مضمون ۸ جولائی ۱۹۲۸ء کو ہفت روزہ ''نونہال'' لاہور میں ''مدراس کی سیر'' کے عنوان سے شائع ہوا۔

۸۔ یہ تینوں مضامین مجلہ عثمانیہ، کے بالترتیب ۱۹۲۸ء، مارچ ۱۹۲۹ء اور مارچ ۱۹۳۱ء کے شماروں میں شائع ہوئے۔

۹۔ یہ حیدرآباد اوور اسکاوٹس ہیڈ کوائرس ٹروپ کا ماہوار فنی رسالہ تھا۔ اور بوئے اسکاؤٹ ہیڈ کوائرس سیف آباد حیدرآباد سے شائع ہوتا تھا۔ مدیر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ایم۔ اے ال۔ ال۔ بی، جبکہ شرکائے مدیر میں ضیاء الدین احمد، محمد فاروق اور غلام علی صاحبان کے نام درج ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی انگریزی زبان میں کتاب ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' اپنے ایک اسکاؤٹ ماسٹر جناب علی موسیٰ رضا مہاجر کے کام معنون کی ہے۔ جو کہ اسکاوٹنگ کے ماہر تھے۔ چنانچہ ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' اُردو طبع حیدرآباد دکن ۱۹۴۵ء، ص:۵۶ میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے استاد کا اعتراف ان

الفاظ میں کیا ہے۔

"یہ ایک مختصر تذکرہ ہے جو عہد نبوی کے چند اہم میدان ہائے جنگ کے متعلق کچھ دیکھی اور کچھ پڑھی ہوئی چیزوں کی مدد سے مرتب کیا گیا۔ اس کی کوتاہیوں کے اقرار کے ساتھ یہ اعتراف بھی میرا فریضہ ہے کہ ۱۹۳۳ء، ۱۳۵۰ھ میں سفر حجاز کے وقت ان میدانوں کو دیکھنے اور موقع ملے تو ان کے نقشے اتارنے کا مشورہ مجھے اپنے محترم اسکاوٹ ماسٹر مولوی علی موسی رضا مہاجر صاحب سے ملا تھا۔ جن سے میں نے اپنی "کشافانہ" زندگی میں اور چیزوں کے ساتھ مساحت اور نقشہ کشی کے مبادی بھی سیکھے تھے۔"

۱۰۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ، ج ۲۷، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۳۱ء، ص: ۷۷، سید ریاست علی ندوی نے تبصرہ میں لکھا کہ:
"یہ حیدرآباد اوور اسکاوٹس ہیڈ کواٹرس ٹروپ کا ماہوار فنی رسالہ ہے، اس کا موضوع بحث اسکاوٹنگ ہے۔ جس کا حیدرآباد میں "کشافہ" ترجمہ کیا گیا ہے، رسالہ کی اہم خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ "اس کے تمام مضامین معاوضہ دے کر حاصل کیے جاتے ہیں۔" اس کا دوسرا نمبر پیش نظر ہے"..........

۱۱۔ "معارف" ج ۱۰۰، شمارہ ۵، نومبر ۱۹۶۷ء کے شمارہ میں "مؤتمر مستشرقین عالم امریکہ میں" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔
"مجھے خیال پڑتا ہے کہ معارف نے سب سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں مؤتمر مستشرقین عالم، ترجمہ از فرنچ شکیب ارسلان" کے عنوان سے اس ادارے کی سرگرمیوں سے اپنے ناظرین کو روشناس کرایا تھا۔ یہ میری طالب علمی اور نوجوانی کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد بارہا اس مؤتمر کے اجلاسوں کی کاروائی پیش کی جاتی رہیں۔" (ص ۳۲۵)

۱۳۔ مولوی ابومحمد مصلح کا اصل نام وزیر علی خان تھا۔ ۱۸۷۸ء کے لگ بھگ سہسرام ضلع آرہ، بہار میں پیدا ہوئے، وہیں مدرسہ خانقاہ کبریا میں ابتدائی تعلیم حاصل کی ۱۹۰۰ء میں دارالعلوم دیوبند گئے اور کچھ عرصہ وہاں کے اساتذہ اور بالخصوص مولانا انور شاہ کشمیری (م ۱۹۳۳ء) سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ کئی کتابیں لکھیں، "ترجمان القرآن" جاری کیا، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب، "القرآن فی کل لسان" بھی انہیں کے ادارے نے پہلی بار شائع کی، مولوی صاحب پر تفصیلی معلومات کے لیے دیکھئے، (ڈاکٹر سفیر اختر، بیاد سید مودودی۔ دارالمعارف، لوہسر شرفو، واہ کینٹ جون ۱۹۹۸ مقالہ" مولوی ابومحمد مصلح۔ بانی عالمگیر تحریک قرآن" (ص: ۵۷ تا ۷۲)۔

۱۴۔ جامعہ عثمانیہ کے شعبہ قانون میں ایک خاص مجلس سلسلہ "بزم قانون" کے نام سے قائم ہوئی تھی، ۱۹۲۹ء میں ڈاکٹر صاحب اس بزم کے معتمد منتخب ہوئے تھے۔اور ۱۹۳۰ء میں اس کے نائب صدر اور ۱۹۳۰ء میں ہی بزم قانون کے صدر ہو گئے تھے، تفصیل کے لیے دیکھیے، مجلہ عثمانیہ کراچی، اپریل جون ۱۹۹۷ء شاہ بلیغ الدین (ایک عالم، ایک محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بارے میں ذاتی تاثرات)، ص ۲۴۔

۱۵۔ "معارف" جلد ۲۸ شمارہ ۲، اگست ۱۹۳۱ء، ص: ۱۰۳۔ ۱۲۰، بہت عمدہ مضمون ہے اس میں انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ترکی الفاظ و اعلام کے لیے ایک چارٹ دیا گیا اور اردو زبان و ادب میں شاید یہ اولین کاوش ہے،

۱۶۔ "معارف" ج ۱۵۴، شمارہ ۴، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص: ۳۰۸، معارف میں ایک ہندی ترجمہ قرآن کا ذکر آیا تو مدیر معارف کو لکھا کہ "سورہ المنافقون ۴/۶۳ کی آیت ﴿کانهم خشب مسندة﴾ کا ترجمہ کیا ہوا، اس کے بارے میں بتائیں۔

۱۷۔ ادارہ معارف اسلامیہ لاہور کی تاریخ اور اس سے متعلق تفصیلات کے لئے دیکھیے، (اختر راہی، اقبالؒ سید سلیمان ندوی

کی نظر میں) بزم اقبال، لاہور ۱۹۷۸۔ (ص ۲۷۷۔۲۸۳)۔

۱۸۔ ''معارف'' جلد ۳۷ شمارہ ۵، مئی ۱۹۳۶، ص: ۳۲۲۔

۱۹۔ معارف جلد ۵۷ شمارہ ۲، فروری ۱۹۴۶، ص: ۱۴۶۔

۲۰۔ ''بمبئی کی اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن'' کی دعوت پر سید صاحب نے ''عربوں کی جہاز رانی'' کے موضوع پر لیکچر دیئے تھے، ''دارالمصنفین'' نے ۱۹۳۵ میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع کیا، جبکہ دوسرا ایڈیشن مذکورہ ایسوسی ایشن نے بمبئی سے شائع کروایا۔

۲۱۔ معارف، جلد ۳۷ شمارہ ۵ مئی ۱۹۳۶ء (ص ۳۲۵۔ ۳۲۶)۔

۲۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے معارف، جلد ۱۳۵، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۸۵ء (ص ۲۳۱۔ ۲۳۵)۔

۲۳۔ تفصیل کے لیے پورا مضمون ''حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ'' معارف، جلد ۱۳۵، شمارہ ۵ مئی ۱۹۸۵، (ص ۳۸۱ تا ۳۸۸)۔

۲۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، (سید سلیمان ندوی، ''عربوں کی جہاز رانی'' اردو اکیڈمی سندھ کراچی دسمبر ۱۹۸۱ء)، (ص ۱۷۲ تا ۱۹۲)۔

۲۵۔ معارف، جلد ۴۸، شمارہ ۵، نومبر ۱۹۴۱ء، ص: ۳۴۶۔

۲۶۔ معارف جلد ۴۸، شمارہ ۶، دسمبر ۱۹۴۱ء، ص: ۴۰۵۔

۲۷۔ تفصیل کے دیکھئے، ابوعلی عبدالباری، ''محترم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دارالمصنفین میں'' ماہنامہ الرشاد، ج ۳، شمارہ ۲۸، مئی ۱۹۸۳ء، ص: ۵۰۔

۲۸۔ ایضاً، ص: ۵۰۔

۲۹۔ معارف، جلد ۱۳۵، شمارہ ۵، مئی ۱۹۸۵، ص: ۳۸۸۔

۳۰۔ مجلہ اورینٹل کالج میگزین (عدد خاص بیاد ڈاکٹر محمد حمید اللہ) جلد ۷۸، عدد ۳۔۴، (مسلسل عدد ۲۸۹۔ ۲۹۰) ۲۰۰۳ء) (ص ۸۰۔۲۸) فراقی، تحسین، ڈاکٹر، ''مردِ آفاقی''۔

جناب ظفر علی قریشی نے بھی بعد ازاں اس موضوع پر کتاب لکھی، جو مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ لاہور سے "Prophet Muhammad and His Western Crities" کے عنوان سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

۳۱۔ ماہنامہ الرشاد، ج ۳، شمارہ ۲۸، مئی ۱۹۸۳ء ص ۵۱، ۵۲۔

۳۲۔ ماہنامہ الرشاد، ج ۴۵ شمارہ ۲۶۱، جنوری ۲۰۰۲ء ص ۵۶۔

۳۳۔ معارف، ج ۱۴۰، شمارہ ۱، جولائی ۱۹۸۷ء، ص: ۲۔۴، ''شذرات''۔

۳۴۔ معارف، ج ۱۴۲، شمارہ ۵، نومبر ۱۹۸۸ء ص: ۳۷۹۔

۳۵۔ معارف ج ۱۷۱، شمارہ ۳، مارچ ۲۰۰۳ء (ص ۱۶۲۔ ۱۶۳)، ''شذرات''۔

۳۶۔ شیخ عطاءاللہ، اقبال نامہ، حصہ اوّل ص: ۸۰، مکتوب نمبر ۴۔

۳۷۔ محمد سرور، (مرتب) خطوط محمد علی۔ مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۴۰ء، ص ۶۶۔

۳۸۔ معارف، ج ۶۵، شمارہ ۵، مئی ۱۹۵۰ء'' پیرس کا ایک مکتوب'' ص ۳۹۰۔

۳۹۔ ایضاً۔

۴۰۔ معارف ، ج ۶۸، شمارہ ۲، اگست ۱۹۵۱ء، ''مکتوب حمید''ص:۱۹۳۔

۴۱۔ معارف ، ج ۱۱۱، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۷۳ء، ''مکتوب حمید''ص :۷۳۔

۴۲۔ معارف ج ۱۳۹ ، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۸۷ء ، ص: ۲۳۴ (مکتوب پیرس)۔

۴۳۔ معارف ج ۱۴۰، شمارہ ۶ ، دسمبر ۱۹۸۷ء ص: ۴۷۱۔ (مکتوب پیرس)۔

۴۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، ''معارف'' ، ج ۱۵۴، شمارہ ۴، اکتوبر ۱۹۹۴ء ص: ۳۰۸، (مکتوب پیرس)۔